فلسفۂ نماز

محسن علی نجفی

فلسفۂ نماز

تالیف

محسن علی نجفی

حسن علی بک ڈپو
نزد مسجد کھارادر کراچی

نام کتاب : فلسفۂ نماز

تالیف : محسن علی نجفی

کتابت : عبدالعزیز

تزئین : عبدالحفیظ

تاریخ طباعت : رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ / مئی ۱۹۸۶ء

مطبع : زاہد بشیر پرنٹرز

ناشر : امامیہ پبلیکیشنز - لاہور

قیمت : ۲۵/- روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

میں اپنی اس حقیر کوشش کو!

۱۔ ان مردانِ حق کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جو اعلائے کلمہ حق کے لئے مصروف جہاد ہیں اور اقامہ صلوٰۃ کی ایک ابدی مثال قائم کر کے طاغوت شکن محاذوں پر عرصہ پانچ سال سے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے جن کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ (الحج:۴۱)

وہ لوگ اگر ہم انہیں زمین میں حکومت دے دیں تو نماز قائم کریں۔

۲۔ ان دوستوں کی خدمت میں بھی یہ ناچیز ہدیہ پیش کرتا ہوں جو نماز کی اہمیت کے قائل نہیں ہیں اور نماز جیسی عظیم نعمت کو ضائع کر دیتے ہیں جن کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ

(مریم:۵۹)

پھر ان کے بعد کچھ ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نمازیں کھوئیں اور نفسانی خواہشات کے چیلے بن بیٹھے۔

شاید یہ لوگ اس کتابچہ سے راہِ حق کی طرف ہدایت پائیں۔

محسن علی نجفی

عرضِ ناشر

نماز مومن کی معراج اور دین کا ستون ہے۔ تمام اعمال کی قبولیت کا دارومدار نماز پر ہی ہے۔ نماز قبول ہو گئی تو تمام اعمال قبول ہو جائیں گے اور اگر نماز رد کر دی گئی تو باقی تمام اعمال بھی رد ہو جائیں گے کیونکہ سب سے پہلے نماز کے بارے میں ہی سوال ہوگا۔

نماز جیسی اہم عبادت پر اس طرح کی جامع کتاب وقت کی اہم ضرورت تھی۔ مولانا شیخ محسن نجفی صاحب نے ہم نوجوانوں پر احسان فرماتے ہوئے فلسفہ نماز کو آسان فہم سادہ زبان اور دلکش انداز میں لکھا ہے۔

ادارہ قبلہ موصوف کی توفیقات میں اضافہ کے لئے دست بہ دعا ہے۔ امید واثق ہے کہ قارئین ہماری اس کوشش کو نہ صرف سراہیں گے بلکہ اس سے مکمل استفادہ بھی فرمائیں گے۔ انشاء اللہ ہم آئندہ بھی جدید طرز پر کتب شائع کرتے رہیں گے خداوند تعالیٰ ہمارے معاونین کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور انہیں بلیات ارض و سماوی سے محفوظ رکھے۔

آمین ثم آمین

ادارہ

فہرست

عرض ناشر	۵
ابتدائیہ	۱۱ — ۱۴
حصۂ اول	
صلوٰۃ	۱۷-۱۶۰
صلوٰۃ	۱۷
عبادت کا مفہوم	۱۹
ایمان و عمل	۲۵
ایمان بنیاد ہے	۳۰
عمل اور ایمان	۳۱
عمل کی اہمیت	۳۲
خلوص در عمل	۳۵
نماز اور سابقہ شریعتیں	۳۷
نماز کا قیام	۴۱
تارک الصلوٰۃ	۴۷
نماز کی خصوصیتیں	۵۳
۱۔ نماز برائیوں کو دور کردیتی ہے	۵۳
۲۔ نماز برائیوں کو کس طرح روکتی ہے	۵۵
نماز اور شخصیت سازی	۵۷
نماز اور احادیث معصومینؑ	۶۳
نماز اور زکوٰۃ	۶۷
اوقاتِ نماز	۷۳
اوقاتِ نماز اور تنظیم	۷۷

قبلہ	٧٩	٦۔ ثواب جماعت	٩٩
نماز اور جماعت	٨٣	عالمِ دین کی اقتدا (نقشہ)	١٠٠
اسلامی اجتماعات	٨٤	نماز جمعہ	١٠١
مکّہ	٨٥	طہارت	١٠٧
مدینہ	٨٥	احادیثِ نبوی	١٠٩
نجف اشرف	٨٥	وضو	١١١
کربلا	٨٦	مسواک	١١١
مشاہدۂ مشرفہ	٨٦	مضمضہ	١١٣
مسجد	٨٧	استنشاق	١١٤
مسجد کی نوعیت	٨٨	وضو	١١٤
مسجد اور تعمیرِ ملت	٨٩	تیمم	١١٨
فضیلت مسجد	٩٠	اذان	١١٩
ثواب	٩٣	نماز کی ہیئت ترکیبی	١٢٥
جماعت	٩٥	نیتِ نماز	١٢٨
١۔ امامت	٩٥	تکبیرۃ الاحرام	١٢٩
٢۔ مساوات	٩٦	قرائت	١٣٢
٣۔ انس	٩٦	سورۃ فاتحہ	١٣٢
٤۔ اجتماعی روح	٩٧	توحید	١٣٢
٥۔ اجتماعی مسائل اور ان کا حل	٩٨	صفات	١٣٣

معاد	۱۳۵
نمونۂ عمل	۱۴۰
برائت	۱۴۰
اللہ کا حصّہ	۱۴۲
بندوں کا حصّہ	۱۴۲
رکوع	۱۴۳
سجدہ	۱۴۴
تشہد	۱۴۶
گواہی	۱۴۷
درود بر آلِ محمدؐ	۱۴۸
تسبیحاتِ اربعہ	۱۵۰
سلام	۱۵۳
خشوع	۱۵۷
رسول اللہؐ کا خشوع	۱۵۸
حضرت علیؑ کا خشوع	۱۵۸
جناب سیّدہؑ کا خشوع	۱۶۰
حصّۂ دوم — احکامِ نماز	۱۶۱-۲۳۸
نجاسات	۱۶۳
مطہرات	۱۷۱
وضو	۱۸۱
شرائطِ وضو	۱۸۳
شکیات وضو	۱۸۴
مبطلات وضو	۱۸۵
غسل	۱۸۷
احکام جنابت	۱۸۸
تیمّم	۱۹۱
موت	۱۹۵
نمازِ جنازہ پڑھنے کا طریقہ	۱۹۶
احکامِ نمازِ میت	۱۹۶
نماز	۱۹۷
اوقاتِ نماز	۱۹۸
احکامِ اوقاتِ نماز	۱۹۹
قبلہ	۲۰۰
نماز پڑھنے والے کا لباس	۲۰۱
نماز پڑھنے والے کے بدن و لباس کے احکام	۲۰۲
اذان و اقامت	۲۰۴

واجباتِ نماز	۲۰۵	قضا نماز	۲۲۹
مبطلاتِ نماز	۲۱۳	نماز با جماعت صفوں کی ترتیب	۲۳۱
شکیاتِ نماز	۲۱۵	شرائط امام جماعت	۲۳۲
نمازِ احتیاط	۲۱۷	ماموم کے فرائض	۲۳۳
سجدۂ سہو	۲۱۸	نمازِ آیات	۲۳۵
نمازِ مسافر	۲۲۱	ضمیمہ فقہی اصطلاحات	۲۴۱ - ۲۵۸

ابتدائیہ

اسلام ایک انسان ساز نظام حیات ہونے کے اعتبار سے فرد اور معاشرے کی تربیت اور ارتقا کے لئے سب سے زیادہ نماز کو اہمیت دیتا ہے۔

الصّلوٰۃ عمود الدّین۔

نماز دین کا ستون ہے۔

نماز تراب اور رب الارباب، خالق اور مخلوق، عبد اور معبود کے درمیان ایک رابطہ ہے جو اس حقیر انسان کو لامتناہی کمالات کے درجہ پر فائز کر سکتی ہے، اور یہاں سے نماز معراجِ مؤمن ہے۔

الصّلوٰۃ معراج المؤمن۔

نماز مومن کی معراج ہے۔ (حدیثِ نبویؐ)

نماز فرد کو

طاقت بخشتی ہے، اور اس لا محدود طاقت سے وابستہ کر دیتی ہے جو تمام طاقتوں کا سرچشمہ ہے، نمازی بن جانے کے بعد فرد چٹان کی طرح مضبوط اور دریا کی طرح بیکراں بن جاتا ہے، نمازی بننے کے بعد انسان اپنی راہِ کمال میں آڑے آنے والی ہر مشکل کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن کر مقابلہ کرتا ہے۔

خداوندِ عالم اپنے رسول کو نماز ہی کے ذریعہ آنے والے مصائب اور مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار اور آمادہ کرتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۔

(المزمّل : ۱-۵)

اے چادر لپیٹنے والے (رسول) رات کو (نماز کیلئے) کھڑے ہو (پوری نہیں) تھوڑی رات آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر دو یا کچھ بڑھا دو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو عنقریب ہم تم پر ایک بھاری حکم نازل کریں گے۔

رسالت کا بھاری حکم رسول کے کاندھوں پر ڈالنے کے لئے اللہ تعالیٰ ان کو نماز کے ذریعہ آمادہ کر رہا ہے کیونکہ نماز ہی انسان کو عظیم کارنامے انجام دینے کا اہل بناتی ہے۔

لہٰذا نماز تعمیرِ انسانیت کا خشتِ اوّل ہے۔

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریّا میرود دیوار کج

اسی مطلب کو حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے:

ان قبلت قبل ما سواھا وان ردّت ردّ ما سواھا

اگر نماز قبول ہو گئی تو دوسرے سارے اعمال بھی قبول ہو جائیں گے اور اگر نماز مسترد ہو گئی تو دوسرے سارے اعمال بھی مسترد ہو جائیں گے۔

نماز انسان کو لایعنی سے نکال کر بامعنی بنا دیتی ہے، اور نماز سے انسان کو زندگی کا مفہوم اور مقصد ملتا ہے۔

نماز فرد کو طہارتِ ظاہری اور طہارتِ باطنی سے مالامال کر دیتی ہے۔

نماز فرد کو ذمہ داری اور مسئولیت کا احساس دلاتی ہے۔

نماز فرد کو اصولوں کا پابند اور فرض شناس بنا دیتی ہے۔

نماز فرد کو سرکشی اور بغاوت سے محفوظ رکھتی ہے۔

نماز معاشرے کو

برائیوں سے پاک رکھتی ہے، معاشرہ اگر نمازی ہے تو وہ حلال وحرام، جائز و ناجائز، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تصوّر رکھتا ہے، نماز معاشرے کو مسئولیت (ذمہ داری) کا شعور دیتی ہے، اور ایسا باشعور اور بابصیرت معاشرہ برائیوں سے پاک ہوتا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ ؕ

(عنکبوت: ۴۵)

بیشک نماز بے حیائی اور برائی کو دُور کر دیتی ہے۔

حصہ اوّل

صلوٰۃ

صلوٰۃ

صلوٰۃ کے لغوی معنی دعا کے ہیں، اور اسلامی شریعت میں رکوع سجود وغیرہ پر مشتمل عبادت کا نام ہے، یہ لفظ عربی ہے یا عبرانی اس میں اختلاف پایا جاتا ہے چونکہ عبرانی زبان میں جائے نماز کو "صلوٰۃ" کہتے ہیں۔

بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ لفظ بابلی ہے اور سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس لفظ کو رکوع اور سجود پر مشتمل عبادت کے لئے استعمال کیا ہے، اور حضرت اسماعیلؑ کے ذریعہ یہ لفظ عربی میں داخل ہوگیا۔ اس پر دلیل یہ قائم کرتے ہیں کہ حضرت اسماعیلؑ جو عبادت کرتے تھے اس میں رکوع وسجود موجود تھے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے :

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۔ (البقرۃ: ۱۲۵)

اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل سے عہد وپیمان لیا کہ میرے گھر (کعبہ) کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے

والوں کے لئے پاک رکھو۔

لہٰذا اصل میں یہ لفظ حضرت اسمٰعیلؑ کی رکوع وسجود والی عبادت کا نام تھا بعد میں یہ لفظ ہر اس دعا کے لئے استعمال ہونے لگا جو کسی عبادت کی جگہ بیٹھ کر انجام دی جاتی ہے اور اسلام نے اس لفظ کو دوبارہ اسی رکوع وسجود پر مشتمل عبادت کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔

قرآن مجید میں لفظ صلوٰۃ متعدد معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۱۔ دعا، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

(الاحزاب: ۵۶)

اے ایمان والو! صلوٰۃ اور سلام بھیجو۔

یعنی صلوٰۃ بندوں کی طرف سے دعا ہے۔

۲۔ نماز: یعنی رکوع وسجود پر مشتمل عبادت کو اسلامی شریعت میں صلوٰۃ کہتے ہیں۔

۳۔ رحمت، صلوٰۃ رحمت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ط (احزاب: ۵۶)

اللہ نبی پر صلوات بھیجتا ہے یعنی اپنی رحمتیں نازل کرتا ہے۔

۴۔ محلِ عبادت، قرآن مجید میں ایک جگہ یہ لفظ جائے عبادت کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا۔ (الحج: ۴۰)

اور اگر اللہ ان لوگوں کو ایک دوسرے سے دور دفع نہ کیا کرتا رہتا تو گرجے اور یہود کے عبادت خانے اور مجوس کے عبادت خانے اور مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے ڈھا دیئے جاتے۔

عبادت کا مفہوم

عبادت کا اسلامی تصور کسی دعوت کو تسلیم کر لینے سے عبارت ہے اگر یہ دعوت کسی انسان کی طرف سے ہو اور اللہ کی دعوت کو چھوڑ کر اسے تسلیم کر لیا جائے تو یہ اس کی عبادت ہے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

(التوبۃ: ۳۱)

ان لوگوں نے اپنے خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور زاہدوں کو اپنا پروردگار بنایا۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

"ان لوگوں نے لوگوں کو اپنی عبادت کے لئے نہیں کہا اگر ایسا کرتے تو وہ نہ مانتے بلکہ ان لوگوں نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال

بنایا لوگوں نے ان کی اطاعت کی اور یہی ان کی عبادت ہے۔"

نیز حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

من اطاع رجلا فی معصیۃ اللہ فقد عبدہ

اگر کسی نے اللہ کی نافرمانی کر کے کسی شخص کی اطاعت کی تو یہ اس کی عبادت ہے۔ (اصول کافی ۳/۳۹۸)

اور اگر یہ دعوت انسان کی اپنی خواہشات کی طرف سے ہو اور اللہ کی نافرمانی کر کے اسے تسلیم کر لیا جائے تو یہ خواہشات کی عبادت ہے'

ارشاد الٰہی ہے:

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ط (فرقان: ۴۳)

کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنایا ہے۔

اگر یہ دعوت شیطان کی طرف سے ہو تو یہ اس کی عبادت ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ ج

(یٰسٓ: ۶۰)

اے بنی آدم کیا تم سے میں نے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا۔

ظاہر ہے کہ شیطان کی کوئی پوجا نہیں کرتا ہے بلکہ اس کی اطاعت کو عبادت قرار دیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے:

الهتهم بطونهم.

ان لوگوں کا خدا ان کا شکم ہے۔

ان آیات و احادیث کی روشنی میں عبادت کی تعریف اس طرح ہوتی ہے:

"اللہ کو چھوڑ کر کسی کی دعوت کو تسلیم کرنا اور اس کی اطاعت کرنا"۔

عبادت کے اس وسیع مفہوم کے تحت دنیا میں ہر فرد عابد ہے' کیونکہ ہر شخص کا کردار کسی نہ کسی دعوت کی قبولیت کی بنیاد پر استوار ہے، اختلاف صرف معبودوں میں ہے' کچھ کا معبود "اللہ" ہے اور کچھ کے معبود انسان ہیں اور کچھ کے معبود اپنی خواہشات ہیں۔

عام مسلمانوں کے ذھنوں میں عبادت کا مفہوم صرف نماز' روزہ' حج اور دیگر چند امور تک محدود ہے شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ عام لوگوں کے نزدیک عبادت کا معیار یہ ہے کہ کسی فعل میں رضائے الٰہی کے سوا کوئی دنیاوی مفاد وابستہ نہ ہو اور جس فعل میں بزعم خود کوئی دنیاوی مفاد وابستہ ہے وہ دنیا داری ہے عبادت نہیں۔

حالانکہ دنیاوی مفاد اور رضائے الٰہی دو متضاد چیزیں نہیں ہیں۔ انسان دنیاوی مفاد کے امور کو بھی برائے رضائے الٰہی بجا لاسکتا ہے' مثلاً اپنی معیشت کے لئے محنت کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور یہ شرعاً واجب ہے اس کا بجالانا برائے رضائے الٰہی بھی ہو سکتا ہے اور اپنی ضرورت کے تحت بھی' بلکہ ضرورت کے علاوہ انسان اپنے وقار کو بحال رکھنے کے لئے بھی کام کرتا ہے' اس میں

بھی رضائے الٰہی ہے، اور جو اپنے اہل وعیال کو آرام و آسائش پہنچانے کے لئے محنت کرتا ہے۔ یہ بھی عبادت ہے، بشرطیکہ ان چیزوں میں اللہ کی خوشنودی کو شامل رکھے۔

عبادت ایک وسیع مفہوم رکھتی ہے جس کے تحت انسانی کردار کا کوئی گوشہ خالی نہیں ہے۔

حدیث میں آیا ہے: عبادت کے ستر اجزاء ہیں ان میں سب سے افضل حلال روزی کمانا ہے۔

نیز حدیثِ نبوی ہے: فکرۃ ساعۃ خیر من عبادۃ سنۃ۔

(الحیاۃ ۱/۴۸)

ایک گھڑی فکر کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

امام حسن عسکریؑ فرماتے ہیں: لیست العبادۃ کثرۃ الصیام والصلوٰۃ، انما العبادۃ کثرۃ التفکر فی امر اللہ

(تحف العقول، ص ۳۶۲)

عبادت صرف روزہ اور نماز کی کثرت کا نام نہیں ہے بلکہ عبادت اللہ کے بارے میں فکر کی کثرت کا نام ہے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: ولا عبادۃ کالتفکر فی صنعۃ اللہ عز وجلّ۔
اللہ کی مخلوقات میں فکر کرنے سے بہتر کوئی عبادت نہیں۔

(امالی صدوق ۱/۱۴۵)

لہٰذا ایمان اور اسلامی تعلیمات کی پابندی کرکے انسان اپنی پوری زندگی عبادت میں گزار سکتا ہے۔

دوکانداری کرتا ہے، یہ بھی عبادت ہے،
ملازمت جائز طور پر کرتا ہے، یہ بھی عبادت ہے،
بال بچوں کی آسائش کے لئے محنت کرتا ہے، یہ بھی عبادت ہے،
بچوں کو پیار کرتا ہے، یہ بھی عبادت ہے،
کسی محتاج کی مدد کرتا ہے تو یہ بھی عبادت ہے، وغیرہ۔

اس وضاحت سے ان لوگوں کا اعتراض بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے جو خود گھنٹوں تاش کھیلنے، فلم دیکھنے اور دیگر امور جو نہ صرف غیر پیداواری ہوتے ہیں بلکہ قوم کے سرمائے کا ایک معتدبہ حصّہ بھی ان لغویات پر خرچ ہوتا ہے، میں مصروف رہتے ہیں اور اسلام پہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام انسانوں کو صرف نماز، روزہ کی طرف دعوت دیتا ہے' غیر پیداواری امور کی ترغیب دلا کر عوام کو افیون پلاتا ہے اور معاشرے کو عضو معطل بنا دیتا ہے۔

ان کا یہ اعتراض یا تو بدنیتی پر مبنی ہے یا انہیں اسلام کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہیں۔ اسلام نے اگر انسان کو عبادت کی طرف دعوت دی ہے تو اسلام نے ہر انسانی عمل کو عبادت بھی قرار دیا ہے۔

ایمان و عمل

ایمان، اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسولؐ کی لائی ہوئی تعلیمات کی تصدیق کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ ایک فطری امر ہے کہ جب ایمان و عقیدہ انسان کے دل میں راسخ ہوگا تو اس کا اثر اس کے ضمیر اور شعور میں نمایاں ہوگا اور اس کا لازمی نتیجہ اس کے اعمال کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ مثلاً اگر مریض کا ایمان ہو کہ فلاں دوائی میں میرا علاج ہے تو اس کے ایمان کا اثر اس کے شعور پر مرتب ہوگا جس کا نتیجہ اس کے عمل کی صورت میں ظاہر ہوگا کوئی عاقل ایسا نہ ہوگا جو اپنے اس ایمان کا اثر مرتب نہ ہونے دے اور اس یقین کے باوجود کہ دوائی استعمال نہ کرنے کی صورت میں مر جائے گا، علاج نہ کرائے۔

ایسا ایمان و عقیدہ، جس کے آثار اس کے شعور اور عمل میں دکھائی نہ دیں۔ وہ ایمان نہیں بلکہ وہ حنوط شدہ لاش اور پلاسٹک کا پھول ہے جس میں نشو و نما اور ترقی کی صلاحیت نہیں ہے اور جو بظاہر پھول دکھائی دیتا ہے مگر درحقیقت صرف نظر کا دھوکہ ہے۔

ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ اور رسولؐ پر ایمان لائے اور پھر اللہ تعالیٰ و رسولؐ کے احکام پر ایمان نہ لائے اور انہیں عملاً مسترد کرے۔ یہ کس قدر غیر معقول تضادات ہیں۔

حقیقی ایمان انسان کو عمل کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ اس لئے قرآن مجید ایمان کو عمل کے میزان میں تولتا ہے اور ستر سے زائد مقامات پر ایمان کو عمل کے ساتھ مربوط کر کے ذکر فرمایا ہے کہ دونوں لازم و ملزوم اور سبب و نتیجہ ہیں جو ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے۔ ایمان کے بغیر عمل وجود میں آسکتا ہے اور نہ ہی عمل کے بغیر ایمان کا ثبوت ملتا ہے۔ برائے نمونہ چند آیات کا ذکر کر دیتے ہیں:

• وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ ... (البقرۃ : ۲۵)

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے باغ ہیں ...

• وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ

بقیہ:

(البقرۃ : ۸۲)

اور جو ایمان لائیں اور نیک کام کریں وہ جنت کے مالک ہوں گے ۔

• اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ج (یونس : ۹)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کو پروردگار ان کے ایمان کی وجہ سے راہ دکھائے گا ۔

• اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ط (بیّنہ : ۷)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ تمام خلقت سے بہتر ہیں ۔

امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں :

لا یقبل عمل الا بمعرفة ولا معرفة الا بعمل ومن عرف دلته معرفة علی العمل ومن لم یعرف فلا عمل له ۔

(الحیاۃ، ۱/ ۱۰۷)

یعنی، معرفت کے بغیر عمل قبول نہیں ہوتا اور عمل کے بغیر معرفت کو وجود نہیں مل سکتا جس کو معرفت حاصل ہے اسے معرفت عمل پر آمادہ کرے گی اور جس کو معرفت حاصل نہیں وہ عمل کے مرحلہ میں نہیں آسکتا ۔

رسولِ خدا ؐ نے فرمایا :

الایمان قول وعمل اخوان شریکان۔ (غرر الحکم)

یعنی، ایمان قول و عمل (کے امتزاج) کا نام ہے یہ دونوں دو شریک برادر ہیں۔

رسولِ خدا نے فرمایا:

الایمان عقد بالقلب ونطق باللسان وعمل بالارکان۔

(الحیاۃ ۱/۲۱۹)

یعنی، ایمان دل سے قبول کرنے زبان سے تصدیق کرنے اور پھر اس پر عمل کرنے سے عبارت ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

الایمان والعمل توأمان رفیقان لا یفترقان لا یقبل اللہ احدھما الا بصاحبہ۔

ایمان و عمل دو جڑواں بھائی ہیں اور دو ایسے ساتھی ہیں جو آپس میں جدا نہیں ہوتے، اللہ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے کے بغیر قبول نہیں کرتا۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے اس آیۂ مجیدہ:

ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ۔

جو ایمان پر کفر کرتا ہے اس کا عمل حبط ہو جاتا ہے، کی تفسیر میں فرمایا:

کفرھم بہ ترک العمل بالذی اقروا بہ۔

ایمان پر کفر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس کا اقرار کیا تھا اس

پر عمل کرنے کو ترک کر دینا۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں :

لیس الایمان بالتحلی ولا بالتمنی ولکن الایمان ما خلص فی القلوب وصدقته الاعمال۔

ایمان صرف تمناؤں اور آرزؤں کا نام نہیں ہے، ایمان وہ ہے جو خالصتاً دلوں میں ہو اور عمل اس کی تصدیق کرے۔

حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا :

لانسبن الاسلام نسبۃً لم ینسبہ احد قبلی ولاینسبہ احد بعدی الاسلام ھوالتسلیم والتسلیم ھوالتصدیق و التصدیق ھوالیقین والیقین ھوالاداء والاداء ھوالعمل

میں اسلام کی ایک ایسی تعریف بیان کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں کی اور نہ بعد میں کوئی کریگا، وہ یہ ہے کہ اسلام کا مطلب تسلیم ہے اور تسلیم کا مطلب تصدیق ہے اور تصدیق کا مقصد یقین ہے اور یقین کا مطلب ادائیگی ہے اور ادائیگی کا مطلب عمل ہے۔

حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں :

دعا اللہ الناس فی الدنیا بآبائھم لیتعارفوا وفی الآخرۃ باعمالھم لیجازوا فقال : یا ایھا الذین امنوا۔ یا ایھا الذین کفروا۔

(الحیاۃ ۱/۲۹۳)

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دنیا میں ان کے باپوں کے نام سے پکارا تاکہ وہ پہچانے جائیں اور قیامت کے دن انہیں ان کے اعمال کے ساتھ پکارا جائے گا تاکہ ان کو جزا دے چنانچہ فرمایا اے ایمان والو! اے کفر کرنے والو!

امام صادقؑ فرماتے ہیں :

- الایمان عمل کلہ. (الحیاۃ ۱/۱۶۳)

پورا ایمان، عمل ہی سے عبارت ہے.

- ملعون ملعون من قال الایمان قول بلا عمل .

ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ایمان عمل کے بغیر قول کا نام ہے.

ایمان بنیاد ہے :

امام جعفر صادقؑ سے ایک شخص نے سوال کیا، مولا! مجھے بتایئے کہ اللہ کے نزدیک کونسا عمل سب سے افضل ہے. آپؑ نے فرمایا :

بہترین عمل وہ ہے جس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہو سکتا.

عرض کیا، وہ کیا ہے؟

فرمایا: وہ خدا پر ایمان ہے ... جس کے بغیر کوئی عبادت قابلِ قبول نہیں ہے ، ایمان تمام اعمال میں بلند تر شرافت میں سب سے زیادہ اور فائدہ میں زیادہ مفید ہے.

عرض کیا۔ کیا ایمان قول وعمل کا نام ہے یا صرف قول کا ؟
فرمایا : پورا ایمان عمل ہی سے عبارت ہے اور قول ایمان کا ایک حصّہ ہے۔ (الحیاۃ ۱/۲۶۳)

عمل اور ایمان :

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ عمل کے بغیر ایمان کا ثبوت نہیں ملتا۔ یہاں چند آیات کا ذکر کر دیتے ہیں جن سے یہ عندیہ ملتا ہے کہ ایمان کے بغیر عمل کا بھی کوئی نتیجہ نہیں ہے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ (انبیاء : ۹۴)

جو اچھے اعمال بجالاتا ہے اور وہ ایماندار بھی ہو تو اس کی کوشش لاحاصل نہیں ہوگی۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا۔ (نسآء : ۱۲۴)

جو شخص نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت وہ ایماندار ہے تو ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور ان پر تل بھر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ نیک اعمال کے قبول ہونے کی

بنیادی شرط ایمان ہے ۔

عمل کی اہمیت:

ایک نظریاتی اور الہٰی شخص کے لئے یہ دنیا دار فانی اور محل امتحان ہے۔ یہاں عمل کے ذریعہ امتحان لیا جاتا ہے، امتحان کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ امتحان کے ذریعہ اپنے علم میں اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تو پہلے ہی جانتا ہے کہ کون اچھا عمل کرے گا اور کون برا عمل کرے گا بلکہ امتحان کا مقصد انسانوں کو مستحق بنانا ہے۔ کیونکہ بغیر عمل کے استحقاق پیدا نہیں ہوتا۔

لہٰذا انسان عمل کے ذریعہ اعلیٰ درجات پر فائز ہو سکتا ہے اور عمل ہی کے ذریعہ جانور سے بھی پست تر ہو سکتا ہے۔ پس درجات کا معیار عمل ہے۔ ارشادِ الہٰی ہے:

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ.

(انعام : ۱۳۲)

ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق درجے (ملتے) ہیں، تیرا رب ان کے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ایک آیت ایسی ہے جس میں نیکیوں کا ذکر ہے اور ایمان کو بھی نیکی میں شمار فرمایا ہے اس سے ایمان و عمل کی یگانگت کا ثبوت ملتا ہے۔ نیز نیک اعمال کا ایک مفہوم بھی ملتا ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ

الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي
الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ
السَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ
وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ
فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

(البقرة : ۱۷۷)

نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے منہ کو مشرق و مغرب کی طرف کر لو بلکہ
نیکی تو اس کی ہے

جو

۱۔ اللہ، روزِ آخرت، فرشتوں اور (اللہ کی) کتاب اور
پیغمبروں پر ایمان لائے

۲۔ اور اس کی الفت میں اپنا مال

ا۔ قرابتداروں

ب۔ یتیموں

ج۔ مسکینوں

د۔ راہ ماندہ مسافروں

ہ۔ مانگنے والوں

و۔ غلاموں پر خرچ کرے

اور

۳۔ نماز قائم کرے

۴۔ زکوٰۃ دے

۵۔ جب بھی عہد کرے اپنے عہد کی وفا کرے

۶۔ فقر و فاقہ، رنج و سختی کے وقت ثابت قدم رہے۔ یہی لوگ (دعوائے ایمان میں) سچے ہیں اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

حدیث

رسولِ اکرمؐ نے فرمایا:

فانکم الیوم فی دار عمل ولا حساب وانتم غداً فی دار حساب ولا عمل۔ (الخصال)

تم آج عمل کی دنیا میں ہو جہاں حساب نہیں اور کل تم حساب کی دنیا میں ہو گے جہاں عمل نہیں۔

رسولِ اکرمؐ نے فرمایا:

العمل کنز والدّنیا معدن۔

عمل ایک ذخیرہ ہے اور دنیا اس کی کان ہے۔

امام رضاؑ نے فرمایا:

لا ینال ما عند اللہ الا بالعمل۔ (الوسائل)

جو اللہ کے پاس (اجر و ثواب) ہے وہ بغیر عمل کے نہیں پا سکتا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

• المؤمن بعمله. (غرر الحکم)

مؤمن اپنے عمل سے پہچانا جاتا ہے۔

• العمل رفيق المؤقن

عمل یقین رکھنے والے کا ساتھی ہے۔

• المرء لا يصحبه الا العمل

انسان (دنیا سے) عمل کے سوا کچھ بھی ساتھ نہیں لیکر جاتا

حضرت امام باقرؑ فرماتے ہیں:

ان ولايتنا لا تدرك الا بالعمل

ہماری محبت حاصل کرنے کا واحد ذریعہ عمل ہے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

العلم يرشدك والعمل يبلغ بك الغاية

علم تیری راہنمائی کرتا ہے اور عمل تجھے منزل تک پہنچاتا ہے۔

خلوص در عمل:

حضرت علیؑ نے فرمایا:

تصفية العمل اشد من العمل. (الکافی)

عمل کو خالص بنانا خود عمل سے زیادہ مشکل ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

تصفیۃ العمل خیرٌ من العمل. (الحیاۃ)

عمل کو خالص بنانا خود عمل سے بہتر ہے.

اوّل الدّین معرفتہ وکمال معرفتہ التّصدیق بہ وکمال التصدیق بہ توحیدہ وکمال توحیدہ الاخلاص لہ. (نہج البلاغہ)

دین کی ابتدا اس کی معرفت ہے کمال معرفت اس کی تصدیق ہے کمال تصدیق توحید ہے کمال توحید تنزیہ و اخلاص ہے.

نماز اور سابقہ شریعتیں

اس کرۂ ارض پر موجود ابتدائی ادوار کے انسانوں کے لئے کوئی شریعت مرتب نہیں تھی بلکہ صرف دینِ الٰہی کا ابجد پڑھایا گیا اور باقی امور کو ان کے فطری تقاضوں ہی پر چھوڑا گیا، اور چونکہ ابتدائی دور کا انسان اس قابل نہ تھا کہ زندگی کا پورا دستور پڑھایا جائے، اس لئے شریعت کا کوئی درس نہیں کھولا گیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں شریعت کا ابتدائی درس کھولا گیا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا (شوریٰ: ۱۳)

تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر کیا ہے جس پر چلنے کا نوح کو حکم دیا تھا۔

بعد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں کچھ ترمیم و تنسیخ کر کے اس

شریعت کو اس دَور کے لوگوں کے معیارِ فکر کے مطابق بنا دیا گیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے دَور میں لوگوں کی فکری سطح میں کافی تبدیلی آگئی تھی اس لئے اس درسگاہ کو اور ترقی دیدی گئی، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے زمانے میں تربیت کی اس درسگاہ کو مزید ترقی دے دی گئی، حضرت خاتم الانبیاءؐ کے دَور میں اس درسگاہ کو آخری شکل دیدی گئی۔

لہٰذا لوگوں کی فکری سطح اور مختلف ادوار میں مختلف تقاضوں کے مطابق شریعتیں بدلتی رہیں، اس کے باوجود نماز ہر شریعت میں واجب اور مشروع تھی۔

حضرت ابراہیمؑ یوں دعا فرماتے ہیں:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۚ

(ابراہیم: ۴۰)

اے میرے ربّ مجھے اور میری اولاد کو نماز کا پابند بنا دے۔

اور حضرت اسماعیلؑ کے بارے میں ارشاد ہے:

وَکَانَ یَاْمُرُ اَھْلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ (مریم: ۵۵)

وہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیا کرتے تھے۔

اور حضرت شعیبؑ کو کفّار یوں طنز کرتے تھے:

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ۔ (ھود: ۸۷)

کہنے لگے، اے شعیب کیا تمہاری نماز نہیں یہ سکھاتی ہے کہ ہم

ان (بتوں) کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے تھے۔

اور حضرت موسیٰؑ و ھارونؑ کے لئے حکم خداوندی ہوتا ہے:

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْہِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِکُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قِبْلَۃً وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ط

(یونس : ۸۷)

ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کے پاس وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے لئے گھر بنا دو اور اپنے اپنے گھروں کو قبلہ (مسجد) بنا کر نماز کی پابندی کرو۔

اور حضرت عیسیٰؑ نے تو گہوارہ ہی میں فرمایا:

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ ط اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۙ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ ص وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۙ

(مریم : ۳۰-۳۱)

میں بیشک اللہ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب عنایت فرمائی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے اور جہاں میں رہوں مجھے مبارک بنایا ہے اور جب تک زندہ ہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ، حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَجَعَلْنٰھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْھِمْ

فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَ
كَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۙ
(الانبیآء : ۷۳)

اور ان سبکو ہم نے امام بنایا کہ ہمارے حکم سے ان کی ہدایت کرتے تھے ہم نے ان کے پاس نیک کام کرنے، نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی بھیجی تھی اور یہ سب ہماری ہی عبادت کیا کرتے تھے۔

اور حضرت زکریاؑ کے بارے میں ارشاد ہے:

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ
(آل عمران : ۳۹)

فرشتوں نے اسے اس وقت پکارا جب وہ محراب میں نماز کی حالت میں کھڑے تھے۔

ان آیاتِ قرآنی سے ثابت ہے کہ نماز ہر شریعت میں اور ہر دَور کے انسانوں پر واجب تھی، انسانوں کے مختلف ادوار میں مختلف تقاضے اور مختلف شریعتیں تھیں مگر نماز ہر دَور کے انسان کے تقاضوں کے مطابق تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز انسانی تقاضا ہے اسی لئے نماز ہر وقت اور ہر دَور میں واجب تھی۔ جس طرح ایمان باللہ ہر دَور کے انسان کے لئے ضروری تھا اسی طرح نماز بھی ہر دَور کے ہر انسان کے لئے ضروری ہے۔

نماز کا قیام

جن آیات میں نماز قائم کرنے کا صریح حکم ہے ان میں ایک اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کا حکم دیتے ہوئے یہ نہیں فرمایا "صلّوا" یعنی "نماز پڑھو" یا "ادّوا الصّلوٰۃ" "نماز ادا کرو" بلکہ اس حکم کے لئے "اقیموا" یعنی "قائم کرو" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو:

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ

(النور: ۵۶)

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رسول کی اطاعت کرو۔

فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰہِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ج

(الحج: ۷۸)

نماز قائم کرو زکوٰۃ دو اور اللہ کے ساتھ متمسک رہو وہی تمہارا والی ہے۔

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ط (البقرۃ : ۱۱۰)

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو ۔

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝

(الروم : ۳۱)

اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ ۔

وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ط

(البقرۃ : ۸۳)

لوگوں سے اچھی باتیں کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو ۔

قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ

(ابراہیم : ۳۱)

میرے ان بندوں سے کہہ دو جو ایمان لائے ہیں کہ وہ نماز قائم کریں ۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ۵

حُنَفَآءَ وَ یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (البیّنہ : ۵)

اللہ نے تو انہیں صرف یہ حکم دیا ہے کہ وہ اللہ کی خلوص کے ساتھ عبادت کریں اور نماز قائم کریں ۔

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا

حَسَنًا ط (المزمّل : ۲۰)

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو قرض حسنہ دو ۔

اس قسم کی بیسیوں آیات موجود ہیں جن میں نماز کا حکم لفظ "اَقِیْمُوْا" کے ساتھ دیا گیا ہے، اور اس میں راز یہ ہے کہ "اقامہ" کا لفظ اجتماعی امور کے لئے استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ ایک آیت میں ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ

(الحج: ۴۱)

ان لوگوں کو اگر ہم زمین میں اقتدار دیں تو وہ نماز قائم کریں گے۔

اس آیت سے یہ مطلب ظاہر ہوتا ہے کہ نماز کا قیام ایک اجتماعی فریضہ بھی ہے، اور یہ اسلامی حکومت کا خاصہ ہے کیونکہ حکمرانوں کی طرف سے نماز قائم کرنے کا مطلب اجتماعی ہوتا ہے، ورنہ انفرادی نماز تو وہ حکمران نہ ہونے کی صورت میں بھی ادا کر سکتے ہیں۔

یہود و نصاریٰ کے بارے میں ارشاد ہے:

وَلَوْ اَنَّھُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ مِّنْ رَّبِّھِمْ لَاَکَلُوْا مِنْ فَوْقِھِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِھِمْ۔ (المائدہ: ۶۶)

اگر یہ لوگ توریت اور انجیل اور جو ان کی طرف ان کے پروردگار کی طرف سے نازل کئے گئے تھے (ان کے احکام) کو قائم رکھتے تو ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے (رزق امڈ آتا) اور چین سے کھاتے

یعنی وہ اگر اپنے معاشرے میں حکمِ خدا کا نفاذ کرتے تو انسانیت کے لئے

آسودگی کی حالت یہ ہوتی کہ ہر طرف سے نعمت کی فراوانی ہوتی۔

اقامۂ دین کے لئے بھی یہی لفظ استعمال ہوا ہے۔ ارشاد ہے:

اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ط (شوریٰ، ۱۳)

اور یہ کہ دین قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

ظاہر ہے کہ اقامۂ دین انفرادی مسئلہ نہیں ہے بلکہ اجتماعی ہے۔

عدل و انصاف کے لئے بھی قرآن نے اقامہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ج (الحدید: ۲۵)

ہم نے اپنے رسولوں کو واضح معجزے دے کر بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اور (عدل کی) ترازو نازل کی تاکہ لوگ انصاف قائم کریں۔

اوزان میں عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے بھی لفظ اقیموا استعمال ہوا ہے:

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ۔

(الرحمٰن: ۹)

تولنے میں عدل و انصاف قائم کرو اور تول کم نہ کرو۔

لہٰذا جہاں نماز ایک انفرادی فریضہ ہے، وہاں یہ اجتماعی فریضہ بھی ہے ہر شخص پر جیسا کہ خود نماز پڑھنا واجب ہے اسی طرح دوسروں کو بھی نماز کا حکم دینا، اس کی طرف ترغیب دلانا اور اس فریضۂ الٰہی کی بجا آوری کے لئے پورے معاشرے کو آمادہ کرنا بھی واجب ہے۔ یہ نظریہ درست

نہیں ہے کہ کوئی شخص یہ کہدے کہ میں اپنی نماز ادا کرتا ہوں، زید اگر نماز نہیں پڑھتا ہے تو مجھے کیا، کیا میں نے اس کی قبر میں جانا ہے؟ یہ نظریہ اس لئے درست نہیں کیونکہ اوّل تو نماز کا قیام ایک اجتماعی فریضہ ہے۔ ثانیاً امر بالمعروف ونہی از منکر کے تحت بھی، دوسروں کو بھی راہِ نجات دکھانا اور پورے معاشرے کو ہدایت کی راہوں پر گامزن کرنا ہر فرد پر واجب ہے۔

نیز سورۃ حمد کے الفاظ بھی یہ بتاتے ہیں کہ نماز ایک اجتماعی فریضہ ہے اور اس میں فرد کی جگہ اجتماعیت کا تصوّر ہے۔

الفاظ سورۂ حمد ملاحظہ ہوں:

یہ نہیں فرمایا اِیَّاکَ اَعْبُدُ میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں۔ بلکہ فرمایا اِیَّاکَ نَعْبُدُ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

یہ نہیں فرمایا وَاِیَّاکَ اَسْتَعِیْنُ میں تجھ سے مدد مانگتا ہوں۔ بلکہ فرمایا وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

یہ نہیں فرمایا اھدِنِی الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ میری راہِ راست کی طرف ہدایت فرما۔ بلکہ یہ فرمایا اِھْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہماری راہِ راست کی طرف ہدایت فرما۔

تارک الصلٰوہ

نماز فرد و اجتماع کے لئے ایک اساسی چیز ہے، تعمیر ذات کے لئے ایک بنیاد ہے ساتھ ہی عبد و معبود کے درمیان ایک ربط ہے۔ دینی زبان میں یہ دین کا ستون اور مؤمن کی معراج ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا ترک کرنے والا تعمیر ذات کے سلسلے میں ایک متبذل انسان، معاشرے کا ایک بے اصول فرد، اپنے معبود سے کٹا ہوا ایک بے لگام جانور، بلا ستون ایک منہدم عمارت اور معراج کی سعادت سے محروم قعر مذلت میں گرا ہوا ایک شخص ہوگا۔

معصومؑ کا ارشاد ہے:

لا ننال شفاعتنا لمن استخف بالصلوٰۃ۔

نماز کو خفیف سمجھنے والے کو ہماری شفاعت نہیں پہنچے گی۔

سورۃ مریم میں حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب، حضرت موسٰی و ہارون، حضرت اسماعیل اور حضرت ادریس علیہم السّلام کے ذکر کے بعد فرمایا:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۙ

(مریم : ۵۹)

پھر ان کے بعد کچھ ناخلف ان کے جانشین ہوئے انہوں نے نمازیں کھوئیں اور نفسانی خواہشات کے پیروکار ہو گئے، عنقریب یہ لوگ اپنی گمراہی کا مزہ چکھ لیں گے۔

آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کھونے کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ نماز کو خفیف سمجھنا۔

۲۔ نماز کو ترک کر دینا۔

نماز کو خفیف سمجھنے کی صورت یہ ہے کہ نماز کے احکام و شرائط سے باخبر نہ ہونا، نماز وقت پر ادا نہ کرنا، نماز کو شایانِ شان اہمیت نہ دینا اور اسے ثانوی حیثیت دینا، اس سلسلے میں بہت سی احادیث موجود ہیں۔

رسولِ اکرم صلعم فرماتے ہیں:

لیس منّی من استخف بصلوٰتہ لا یرد

الحوض علی لا و اللّٰہ ۔

وہ شخص مجھ سے نہیں ہے جو نماز کو خفیف سمجھے قسم بخدا وہ میرے پاس حوضِ کوثر تک نہیں پہنچے گا۔

رسولِ اکرم صلعم نے فرمایا:

لکل شیٔ وجہ و وجہ دینکم الصلوٰۃ فلا یشینن احدکم وجہ دینہ

ہر چیز کا چہرہ ہوتا ہے، تمہارے دین کا چہرہ نماز ہے۔ تم میں سے کوئی اپنے دین کے چہرے کو بدنما نہ کرے۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

... ان اللّٰہ لا یقبل الا الحسن فکیف یقبل ما یستخف۔

اللہ تو صرف بہتر کو قبول کرتا ہے، جس کو خفیف سمجھا جائے اسے کیسے قبول کر سکتا ہے۔

حضرت امام باقرؑ فرماتے ہیں:

رسولِ خدا ایک مسجد میں تشریف فرما تھے، ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور مشغولِ نماز ہوا اور وہ رکوع اور سجود کو ادھورا بجا لاتا تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: کوے کی طرح چونچ مارتا ہے اگر یہ شخص مرجائے اور

اس کی نماز کی یہی حالت ہو تو وہ میرے دین پر نہیں مرے گا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا:

الصّلوٰۃ میزان من وفی استوفی

نماز ایک ترازو ہے جو پورا کرے گا وہ پورا حاصل کرے گا۔

حضرت علی علیہ السّلام فرماتے ہیں:

ان اسرق الناس من سرق صلوٰتہ

سب سے بڑا چور وہ ہے جو نماز کی چوری کرتا ہے۔ (وسائل الشیعہ)

اور ترک نماز کے بارے میں رسولِ اکرمؐ فرماتے ہیں:

لا یزال الشیطان ذعرا من ابن آدم ما حافظ علی الصلوات الخمس لوقتھن، فاذا ضیعھن اجترأ علیہ، فادخلہ فی العظائم

یعنی جب تک ابن آدم پانچوں نمازوں کے اوقات کی پابندی کرتا ہے تو شیطان اس سے دُور رہتا ہے، اور جب وہ نمازوں کو کھو دیتا ہے تو شیطان کی جرأت بڑھ جاتی ہے اور اسے بڑے (گناہوں) میں پھنسا دیتا ہے۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں:

ایک شخص رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمایئے، آپؐ نے فرمایا: جان بوجھ کر نماز کو ترک نہ کرو جو ایسا کرتا ہے تو ملّتِ اسلام اس سے بیزار ہے۔

(وسائل الشیعہ)

نماز کی خصوصیتیں

۱۔ نماز برائیوں کو دُور کر دیتی ہے

قرآن مجید میں ارشادِ الٰہی ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ؕ

(عنکبوت: ۴۵)

نماز بے حیائی اور برائی کو دُور کرتی ہے۔

اس سے بظاہر یہی مطلب سامنے آتا ہے کہ نماز کی وجہ سے انسان برائیوں اور بے حیائی سے پاک رہتا ہے۔

مگر یہاں ایک سوال پیدا کرتے ہیں کہ بہت سے نمازی ایسے بھی ہیں جن پر ان کی نمازوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور وہ باقاعدہ دوسر

بے نمازیوں کی طرح برائیوں کے مرتکب ہوتے ہیں! کیوں؟

جواب یہ ہے کہ نماز اسپرین کی گولی نہیں ہے جس سے برائیوں کا سردرد ختم ہو جائے۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ جس طرح اسپرین کی یہ خاصیت بتائی جاتی ہے کہ سردرد کو ختم کر دیتی ہے اسی طرح نماز کی بھی یہ خصوصیت ہے کہ نماز برائیوں کا قلع قمع کرتی ہے، حالانکہ نماز کوئی فزیالوجی علاج نہیں ہے۔

بلکہ نماز ایک نفسیاتی اور معنوی علاج ہے، لہٰذا اگر انسان وہ نماز پڑھے جو اسلام چاہتا ہے اور روحِ نماز کو حاصل کرے تو اس وقت نماز اپنا اثر دکھاتی ہے۔

نمازی گناہ کو گناہ سمجھتا ہے اور پھر اس سے نفرت کرتا ہے، ورنہ نماز، نمازی کو برائیوں کو ترک کرنے پر مجبور نہیں کرتی، اور نماز پڑھنے سے گناہ کی طاقت سلب نہیں ہو جاتی ہے۔

اور پھر قرآن کا لفظ یہ ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ "تَنْھٰی" عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ۔ یعنی نماز بے حیائی اور برائی کی نہی کرتی ہے اور یہ نہیں فرمایا "تمنع" یعنی روکتی ہے، "تنھی" کا مطلب یہ ہے کہ نماز برائی کے ارتکاب سے رکنے کا حکم دیتی ہے، یعنی نمازی کے ضمیر کو بیدار کرتی ہے اور نمازی کا ضمیر برائی کو اسے برائی کی شکل میں دکھاتا ہے اور بتلاتا ہے کہ یہ برائی ہے اس کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیئے، یہ دوسری بات ہے کہ انسان اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتا ہے یا نہیں۔

اور "تمنع" کا مطلب یہ ہے کہ نماز برائی کو روکتی ہے یعنی رونما ہونے

ہی نہیں دیتی۔ درجِ بالا اعتراض اس لئے کیا جاتا ہے کہ "تنھٰی" کا ترجمہ "روکتی ہے" یا "دُور کر دیتی ہے" کیا جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو کے دامن میں الفاظ کی اتنی وسعت نہیں ہے کہ یہ عربی کے معانی کی روح کو اپنی زبان میں منتقل کر دے۔

"انصار کا ایک نوجوان رسولِ خدا کے ہمراہ نماز پڑھتا تھا اور بے حیائی کا ارتکاب بھی کرتا تھا، رسولِ خدا کی خدمت میں اس بات کا ذکر ہوا تو آپؐ نے فرمایا: اس کی نماز ایک دن اسے اس فعل سے روک دے گی چنانچہ اس نوجوان نے توبہ کر لی۔" (میزان الحکمۃ ۵/ ۳۷۱)

۲۔ نماز برائیوں کو کسطرح روکتی ہے؟

اگر کوئی شخص معاشرے کی مجبوری کے تحت اور ایک رسم و عادت کے طور پر نہیں بلکہ بندۂ خدا ہونے اور اللہ کے لائق عبادت ہونے کے احساس کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اور یہ احساس رکھتا ہے کہ اللہ کی عظمت کے سامنے جھکنا فرض ہے، تو یہ احساس اسے بہت سی برائیوں سے دُور رکھنے کا سبب بن سکتا ہے

نماز اصول پرستی کا درس دیتی ہے نمازی کو اصولوں کی پابندی کرنے کا ہر وقت احساس رہتا ہے چنانچہ وہ ناپاک چیزوں سے اپنے جسم اور کپڑوں کو پاک رکھتا ہے۔ جنابت کی صورت میں غسل کرتا ہے۔ لہٰذا جس شخص کو اپنے

کپڑوں تک کے پاک رکھنے کا احساس دلایا جاتا رہے تو اس کا اثر اس کے ضمیر پر ضرور پڑے گا۔

نمازی کو یہ احساس رہتا ہے کہ میں نمازی ہوں اور نمازی معاشرے کے اچھے افراد ہوتے ہیں یعنی معاشرے کے دوسرے نمازی افراد سے اس کی ہر وقت جمعہ و جماعات میں ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں اس سے اس کے اندر اجتماعیت کا تصوّر قوت پکڑتا ہے، اور انسان دوستی، محبت و ایثار کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔

نمازی ہی ناداروں کی مدد کرتا ہے۔

نمازی ہی خیرات وصدقات دیتا ہے۔

نمازی ہی رفاہی امور میں سب سے زیادہ حصہ لیتا ہے۔

نماز کے اچھے اثرات کا احساس اس وقت ہوتا ہے کہ جب ایک بے نماز شخص توبہ کر کے نمازی بن جاتا ہے۔ اس وقت نماز کی وجہ سے اس کے اندر ایک معنوی انقلاب آتا ہے اور گناہوں کے ارتکاب میں کمی آجاتی ہے۔

حدیث نبوی ہے:

اذا قام العبد الی صلوته وکان هواه و قلبه الی الله انصرف کیوم ولدته امه

یعنی جب بندۂ خدا نماز کے لئے کھڑا ہو جائے اور اسکی توجہ اور دل اللہ کی طرف ہو تو اسکے سارے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں گویا کہ آج ہی شکم مادر سے پیدا ہوا ہے۔ (اسرار الصلوٰۃ، ص ۶۰)

نماز اور شخصیّت سازی

علل و اسباب کی اس دنیا میں انسان کو روزانہ گوناگون حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کبھی اسے کامیابی حاصل ہوتی ہے تو کبھی ناکامی، کامیابی کی صورت میں خوش ہونا اور ناکامی کی صورت میں غمگین ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ لیکن انسان اگر مضبوط شخصیّت کا مالک ہو تو وہ نہ تو خوشی کی حالت میں آپے سے باہر ہوتا ہے اور نہ ہی ناکامی کی صورت میں بدحواس ہوتا ہے۔ نفع کی صورت میں وہ شکرِ خدا بجا لاتا ہے اور نقصان کی صورت میں صبر کرتا ہے۔

قرآن مجید مضبوط انسان کی یہ تعریف کرتا ہے:

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ط

(حدید: ۲۳)

تاکہ جب کوئی چیز تم سے جاتی رہے تو تم اس کا رنج نہ کرو، اور جب کوئی چیز تم کو (اللہ) دے تو اس پر نہ اترایا کرو۔

بے ثبات انسان وہ نہیں ہے جس پر مصیبتوں کا اثر ہو۔ کامیابی کی صورت میں خوش اور ناکامی کی صورت میں ناخوش ہونا تو ایک طبعی امر ہے۔ بے ثبات انسان وہ ہے جو موسم کی طرح اپنے اصول بدلتا ہے۔ آرام و آسائش کی صورت میں یہ زندگی اسے بہت بھلی لگے۔ اور معمولی حادثہ پیش آنے پر بھی زندگی اس کے لئے ایک عذاب بن جائے اور وہ زندگی سے تنگ آجائے۔

وفاداری کو وہ بہت اہمیت دیتا ہے، اور جب یہی وفاداری اس کے مفاد کے خلاف ہو تو وہ اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔

شخصیتوں کو فقر، تنگدستی و غربت اور امیری و خوشحالی، مرض اور صحت، محبت اور عداوت کے متضاد آئینوں میں پہچانا جاتا ہے۔ ایک دن انسان کو اپنا بچھڑا ہوا محبوب میسر آتا ہے تو زندگی جنت نعیم بن جاتی ہے اور دوسرے دن اپنا عزیز لڑکا بیمار ہوتا ہے تو زندگی عذاب جہنم میں تبدیل ہو جاتی ہے، ایک دن کاروبار میں نفع ہوتا ہے تو خوشی سے پھول جاتا ہے، دوسرے دن خسارہ اٹھانا پڑتا ہے تو دنیا اس پر تنگ ہو جاتی ہے۔

لہٰذا انسان کو اپنی زندگی میں مختلف اور بے پناہ ناکامیوں اور کامیابیوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ ان حالات کا مقابلہ کرنے اور مشکلات کے مقابلہ میں چٹان کی طرح مضبوط انسان بننے کی ضرورت ہے تاکہ سکون اور آسودگی کی زندگی گزار سکے۔

قرآن مجید اس کا طریقہ بتاتا ہے، اور یہ طریقہ خیر و شر کے تصور اور اس کے معیار کے تعین میں مضمر ہے ہماری نگاہ میں مال و دولت کا وافر ہونا خیر اور فقر و فلاکت شر ہے، صحت خیر اور بیماری شر ہے جبکہ دولت کو اگر ہم خیر کے حصول کا ذریعہ بنائیں تو خیر ہے اور اسے شر کے حصول کا ذریعہ بنائیں تو شر ہے۔

اسی طرح فقر و تنگدستی خیر کا موجب بن سکتی ہے اور شر کا بھی۔ لہذا یہ چیزیں خام مواد کی طرح ہیں جنہیں ہم خیر و شر میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

قرآن مجید کے نزدیک با اصول، ثابت قدم اور صابر انسان کے آٹھ اوصاف ہیں، آپ کو تعجب ہوگا کہ ان اوصاف میں اساسی اور اولین و آخرین صفت نماز سے مربوط ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا. إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا. وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا. إِلَّا الْمُصَلِّينَ.

۱۔ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ.

۲۔ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ. لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ.

۳۔ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ.

۴۔ وَالَّذِينَ هُم مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ. إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ.

۵۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ۔ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ
مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ۔ فَمَنِ ابْتَغٰى
وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ۔
۶۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ۔
۷۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ قَآئِمُوْنَ۔
۸۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ۔
اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ۔ (المعارج: ۱۹-۳۵)

بے شک انسان بڑا لالچی اور بے صبرا پیدا ہوا ہے، جب اسے کوئی تکلیف چھو گئی تو گھبرا جاتا ہے، اور جب آسودگی ملی تو بخیل بن جاتا ہے۔

سوائے ان نماز گزاروں کے

جو

۱۔ اپنی نماز پر ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔
۲۔ اور جن کے اموال میں سائل اور محروم کے لئے ایک حصّہ مقرر ہے۔
۳۔ اور جو لوگ روز قیامت کی تصدیق کرتے ہیں۔
۴۔ اور جو لوگ اپنے رب کے عذاب سے خائف رہتے ہیں، بیشک ان کے رب کے عذاب سے بے خوف نہیں رہنا چاہیے۔
۵۔ اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے البتہ ان میں ان کی ملامت نہیں

کی جائے گی، ان کے سوا جو اوروں کی خواہش کرتے ہیں وہ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔

۶۔ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور عہدوں کا لحاظ رکھتے ہیں۔

۷۔ اور وہ لوگ جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں۔

۸۔ اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

یہی لوگ جنت میں محترم ہیں۔

ان آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے: نمازی تکلیف کی صورت میں نہیں گھبراتا اور آسودگی کی صورت میں اس میں تبدیلی نہیں آتی۔ یعنی گردشِ روزگار نمازی کی مضبوط شخصیت پر اثر انداز نہیں ہو سکتی، وہ ہر حالت میں پرسکون اور اپنے پروردگار کے فیصلوں پر راضی برضا رہتا ہے۔

نیز ارشاد الٰہی ہے:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ (بقرہ: ۴۵)

یعنی، اور مدد حاصل کرو صبر اور نماز سے۔

رجوع الی اللہ اور اس ذاتِ عظیم پر تکیہ کرنے سے انسان میں ثبات آتا ہے، اور ہر مصیبت میں نماز ہی وہ ذریعہ ہے جہاں انسان کے دل کو سکون ملتا ہے۔

حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں:

"حضرت علیؑ کو جب کوئی پریشانی لاحق ہو جاتی تو

آپؐ نماز میں مصروف ہو جاتے۔"

پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی :

وَاسْتَعِينُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط

(تفسیر المیزان ۱/۱۵۳)

نماز اور احادیث معصومینؑ

نماز کی اہمیت، فضائل، آداب اور احکام کے بارے میں معصومین علیہم السلام سے بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں صرف کلینی علیہ الرحمۃ نے کافی میں ۹۲۷ احادیث نقل کی ہیں اور وسائل الشیعہ کی تیسری، چوتھی اور پانچویں جلد میں نماز کے بارے میں ۱۸۰۰ صفحات پر مشتمل احادیث موجود ہیں۔

ہم تبرک کے طور پر چند احادیث نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

حدیث نبوی: یا علی منزلۃ الصلوٰۃ الخمس لامتی کنھر جار علی باب احدکم فما ظن احدکم لو کان فی جسدہ درن ثم اغتسل فی ذلک النھر خمس مرات فی الیوم اکان یبقی فی جسدہ درن فکذٰلک واللہ الصلوات الخمس۔

اے علیؑ! میری امّت کے لئے پانچ نمازوں کی مثال اس نہر کی سی ہے جو کسی کے دروازے پر ہو اگر اس کے جسم پر میل ہو اور وہ اس نہر میں دن میں پانچ مرتبہ نہائے تو کیا اس کے جسم پر میل باقی رہ سکتا ہے؟ قسم بخدا پانچ نمازیں بھی اسی طرح ہیں۔

حدیث نبوی : اول ماینظر فی عمل العبد یوم القیمۃ فی صلاتہ فان قبلت نظر فی غیرھا وان لم تقبل لم ینظر فی عملہ شیٔ۔

روزِ قیامت نماز کو سب سے پہلے دیکھا جائے گا اگر نماز قبول ہے تو دوسرے اعمال بھی دیکھے جائیں گے اور اگر نماز قبول نہیں ہے تو دوسرے اعمال سرے سے دیکھے ہی نہیں جائیں گے۔

حدیث نبوی : مادمت فی الصلوۃ تقرع باب الملک الجبار ومن یکثر قرع الباب یفتح لہ۔

جب تک تو نماز میں ہے تو خدائے جبّار کے دروازے پر دستک دے رہا ہے اور جو کثرت سے دروازے کو دستک دیتا ہے اس کیلئے دروازہ کھولا جاتا ہے

حضرت علیؑ نے فرمایا: الصلوٰۃ قربان کل تقی۔

نماز ہر متقی کا ذریعہ تقرّب ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا : اللہ اللہ فی الصلوٰۃ فانھا عمود دینکم.
اللہ اللہ نماز کو نہ بھولو کیونکہ یہ تمہارے دین کا ستون ہے.

حضرت علیؑ نے فرمایا : من اتی بالصلوٰۃ عارفا بحقھا غفرلہ.
جو نماز کو اس کے حق کی معرفت کے ساتھ بجا لائے اس کو بخش دیا جاتا ہے.

امام صادقؑ نے فرمایا: احب الاعمال الی اللہ الصلوٰۃ وھی اخر وصایا الانبیاءؑ.
اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل نماز ہے اور نماز انبیاء کی آخری وصیتیں ہیں.

امام صادقؑ نے فرمایا: ما من شئ بعد المعرفۃ یعدل ھذہ الصلوٰۃ
معرفت کے بعد کوئی بھی چیز نماز کا مقابلہ نہیں کرسکتی.

حدیث نبوی : اعبد ربک کانک تراہ فان لم یکن تراہ فانہ یراک.
اپنے رب کی یوں عبادت کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے.

حدیث نبوی : قرۃ عینی فی الصلوٰۃ
نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے.

امام صادقؑ نے فرمایا: اذا قام العبد المؤمن فی صلوٰتہ نظر اللہ الیہ

او قال اقبل علیہ ۔ حتی ینصرف واظلتہ الرحمۃ من فوق رأسہ الی افق السمآء والملائکۃ تحفہ من حولہ الی افق السمآء و وکّل اللہ ملکاً قائماً علی رأسہ یقول: ایھا المصلی لو تعلم من ینظر الیک ومن تناجی ما التفت عن موضعک ابداً۔

جب بندۂ مؤمن نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ اس کی طرف نظر فرماتا ہے یا یوں فرمایا کہ اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ نماز ختم کر دے اس کے سر پر آسمان تک سایۂ رحمت ہوتا ہے اور فرشتے آسمان تک اس کے گرد جمع ہوتے ہیں، ایک فرشتہ اس کے سر پر متعین کیا جاتا ہے جو کہتا ہے: اے نمازی اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ کون تیری طرف دیکھ رہا ہے اور تو کس کے ساتھ سرگوشی کر رہا ہے تو کبھی بھی اپنی جگہ سے ہٹنے کو پسند نہ کرے۔

نماز اور زکوٰۃ

قرآن مجید میں ستّر سے زائد ایسی آیات ہیں جن میں ایمان کے ساتھ عمل کو مربوط کر کے ذکر کیا گیا۔

اور بے شمار آیات ایسی ہیں جن میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو مربوط کر کے ذکر کیا ہے بطور نمونہ چند آیات کا ذکر کر دیتے ہیں:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ (مزمّل: ۲۰)

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو قرضِ حسنہ دیا کرو۔

وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝

(البینہ: ۵)

وہ نماز قائم کرتے رہیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں یہی سچا دین ہے۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوةَ (الحج : ۴۱)

وہ لوگ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔

وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّکٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا۔

(مریم : ۳۱)

حضرت عیسٰی نے گہوارہ میں فرمایا : اللہ نے مجھے پوری زندگی میں نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کی تاکید کی ہے۔

ان آیات اور دوسری اسلامی تعلیمات سے یہ بات واضح اور عیاں ہو جاتی ہے کہ مرد مؤمن، عابد اور دیانتدار شخص دنیا کی اجتماعی زندگی سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتا، اور دشمنانِ اسلام کے علی الرغم نمازی مذہبی افیونی نہیں بلکہ وہ معاشرے کا ایک فعال اور ملکی پیداوار میں شریک فرد ہوتا ہے۔ وہ نمازی ہے اور اس کے پاس مال و دولت ہے اور ان دونوں سے وہ رضائے الٰہی حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے مال و دولت میں غریبوں اور ناداروں کے لئے بھی ایک مقرر حصہ ہوتا ہے۔

دشمنانِ اسلام، اسلامی تعلیمات پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مذہب عوام کو افیون پلاتا ہے اور تقاضائے وقت سے بے خبر صرف اور صرف عبادت کی ترغیب دلاتا ہے۔ جس سے اجتماعی اور انفرادی ترقی پر عموماً اور اقتصادی اور پیداواری پیشرفت پر خصوصاً بُرا اثر پڑتا ہے۔ اگر لوگ اسلامی تعلیمات کے

مطابق اپنا وقت مسجدوں اور عبادت گاہوں میں گزار دیں تو وہ دوسری اقوام کے شانہ بشانہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔

یہ اعتراض روحِ اسلام سے ناواقف ہونے یا عمداً اسلام دشمنی کی بنا پر اٹھایا جاتا ہے۔ ورنہ قرآن مجید میں جہاں نماز کا ذکر آتا ہے عموماً وہاں زکوٰۃ دینے کا بھی ساتھ ساتھ حکم ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر اسلام صرف مسجدوں میں عبادت کرنے کی ترغیب دیتا تو زکوٰۃ دینے کا حکم بے معنی ہو کر رہ جاتا۔ کیونکہ زکوٰۃ مال و دولت پر آتی ہے۔ اگر مال و دولت نہ کمائے تو زکوٰۃ کی نوبت آ ہی نہیں سکتی۔ لہٰذا زکوٰۃ دینے کا حکم یہ بتلاتا ہے کہ اسلام میں دولت کمانا اقتصادی امور پر توجہ دینا اور بے سہارا لوگوں کو اپنے مال و دولت سے ایک حصہ دینا نماز کے ساتھ عبادت کا جزو لاینفک ہے۔

اسلام کے نزدیک مؤمن وہ ہے جو اپنے اوقات میں سے ایک وقت بارگاہِ الٰہی میں حاضری دینے کے لئے مختص کرے یعنی نماز قائم کرے، نیز ملکی پیداوار میں اس طرح فعال ہو کہ اپنا کمایا ہوا مال اپنی ذات پر خرچ کرے اور اس سے غریبوں اور ناداروں پر بھی خرچ کرے اور اپنے قیمتی وقت کو لغویات یعنی غیر عبادت یا یوں کہیئے غیر پیداواری چیزوں پر صرف نہ کرے۔

ملاحظہ فرمایئے کہ قرآن مؤمن کیلئے کامیابی کے کیا اوصاف بیان کرتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

۱۔ اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝

۲۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝

۳۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ﴿﴾

(المؤمنون : ۱-۴)

وہ ایمان لانے والے کامیاب ہو گئے۔

جو

۱۔ اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں ۔

۲۔ اور جو بیہودہ کاموں سے اجتناب کرتے ہیں ۔

۳۔ اور جو زکوٰۃ ادا کیا کرتے ہیں ۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مؤمن میں تین اوصاف ضرور ہوتے ہیں :

اوّل یہ کہ وہ اپنے رب سے نماز کے ذریعہ رابطہ رکھتا ہے ۔

دوم یہ کہ اس کے اوقات لغویات اور غیر مفید کاموں پر صرف نہیں ہوتے ۔

سوم یہ کہ زکوٰۃ دیتا ہے ۔

لہٰذا مؤمن کی یہ صفت ہے کہ وہ اپنا وقت لغویات جو عموماً غیر پیداواری عمل ہوتے ہیں میں صرف نہیں کرتا۔ جیسے آج کل کے روشن خیال تماش۔ کلب وغیرہ میں صرف کرتے ہیں، اور وہ اپنی دولت کو عیش و آرائش کا ذریعہ نہیں بناتا بلکہ اس کو غریبوں پر خرچ کر کے معاشرے کے لئے ایک رحمت بن کر سامنے آتا ہے ۔

نیز قرآن مجید نے متقین کے اوصاف یوں بیان کئے ہیں :

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۔ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ

يَسْتَغْفِرُوْنَ ۔ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۔

(الذّاریات : ۱۷-۱۹)

وہ (عبادت کی وجہ سے) رات کو کم سوتے ہیں اور سحر کے وقت استغفار کرتے ہیں ۔ اور ان کے مال میں سائل اور محروم کے لئے مقرر حصّہ ہوتا ہے ۔

لہٰذا اسلام میں عبادت عبارت ہے نماز اور زکوٰۃ سے ۔ نماز شخصیت سازی کا ایک درس ہے اور زکوٰۃ ایک پیداواری عمل ہے اور ان دونوں کا نام ہے عبادت ۔

اوقاتِ نماز

قرآن مجید میں متعدد آیات ایسی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے رات کو سکون و آرام اور دن کو کسبِ معیشت کے لئے بنایا ہے۔

وَجَعَلْنَآ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ (الاسراء: ۱۲)

اور ہم نے دن کی نشانی (سورج) کو روشن بنایا تا کہ تم اپنے پروردگار کا فضل (روزی) تلاش کرو۔

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ۔ (القصص: ۷۳)

اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن کو بنایا

تاکہ تم رات میں آرام کرو، اور دن میں اللہ کا فضل (روزی) تلاش کرو۔

لہٰذا جب رات کو اللہ تعالیٰ نے سکون و آرام کے لیے خلق کیا تو ہمیں فطری تقاضوں سے ہم آہنگی کرتے ہوئے رات کو آرام کرنا چاہیئے۔ البتہ رات کا ایک حصّہ فعالیت کے لئے مختص کرنا ہوگا، یعنی یا فکری یا عبادتی یا کسی بیداری عمل کے لئے رات کا کچھ حصّہ مصروف کرنے میں کوئی حرج نہیں، شب کا باقی حصّہ اسلامی تصوّر کے مطابق آرام و سکون کے لئے ہے اور اس حصّہ میں صرف سکوت اختیار کرنا ہوگا، جبکہ جدید تمدّن نے انسان سے اس کے اس فطری تقاضے کو بھی سلب کرلیا اور سکون کی رات کو اس نے مے نوشی، نائٹ کلب اور فلموں پر صرف کرکے انسان کو دوسرے دن کی فعالیت کے لئے چارج ہونے سے محروم کردیا ہے۔ چنانچہ رات کے آرام و سکون سے چارج ہوئے بغیر یہ کھوکھلا انسان دوسرے دن میں جب داخل ہوتا ہے تو ایک عضو معطل بن کر رہ جاتا ہے۔

جب سورج پردۂ شب کو چاک کرکے فضا میں اپنی شعاعیں پھیلانا شروع کرتا ہے اور صبح صادق کا پو پھٹتا ہے تو انسان کو بھی فطرت کے ساتھ اپنی ہم آہنگی کو جاری رکھتے ہوئے پردۂ شب سے نکل آنا پڑتا ہے۔ صبح کے وقت صرف انسان کو ہی بیدار نہیں ہونا ہوتا بلکہ پوری طبیعت اور فطرت اسوقت بیدار ہو جاتی ہے۔ پودوں میں بھی شب و روز کی الگ الگ ذمہ داریاں ہیں۔ پرندے بھی اسی وقت اپنے گھونسلوں سے نکل کر تسبیح رب میں مصروف ہو

جاتے ہیں اور عین اسوقت انسان کو بھی حکم ملا ہے کہ فضائے شب کے سکوت کو توڑتے ہوئے فطرت کی ہر چیز کے ساتھ اللّٰہُ اکبر کی صورت میں اپنی آواز کو بھی شامل کرے، اور پھر اپنی روزی کی تلاش میں نکلے، اللہ کی زمین کو آباد و شاد کرے۔ بندگانِ خدا کی سعادت و نیک بختی کے لئے محنت کرے اور اپنے بال بچوں کو آرام و آسائش بہم پہنچانے کے لئے کام کرے۔

جب دن کا آدھ حصّہ گزر جائے اور ظہر کا وقت آجائے تو ایک مرتبہ پھر اللہ کی بارگاہ میں ایک مختصر وقفہ کے لئے حاضری دے کیونکہ محنت کی تھکن، گوناگوں مشکلات اور مختلف مسائل سے دوچار ہونے والا یہ انسان دن کے اثنا میں ایک مرتبہ روحانی طاقت سے چارج ہونے کا محتاج ہے تاکہ اس الٰہی طاقت کے ساتھ تازہ دم ہو جائے۔ روحانی طاقت سے بہرہ ور ہونے کے لئے نماز واجب ہے اور مادی طور پر بھی تازہ دم ہونے کے لئے تھوڑی دیر آرام کرنا مستحب بھی ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں یہ حکم ہے کہ دن میں تین مرتبہ انسان کی نجی زندگی میں کوئی دخل نہ دے خواہ اس کے خادم، غلام اور لونڈیاں ہی کیوں نہ ہوں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ

(سورۂ نور: ۵۸)

اے ایمان والو تمہاری لونڈی، غلام اور وہ لڑکے جو ابھی حدِ بلوغ
کو نہیں پہنچے ہیں ان کو بھی چاہیئے کہ وہ (دن رات میں) تین مرتبہ
تم سے اجازت لے کر تمہارے پاس آئیں

۱۔ نمازِ صبح سے پہلے۔

۲۔ جب تم دوپہر کو (سونے کے لئے) کپڑے اتار دیا کرتے ہو۔ اور

۳۔ نمازِ عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہارے (نجی) پردے کے ہیں۔

جب دن ڈھل جاتا ہے تو پورے دن کی کامیابیوں سے خوش اور ناکامیوں سے دل برداشتہ ہونے والا یہ انسان ہو سکتا ہے کہ اپنی کامیابی کی خوشی اور ناکامی کی دل تنگی میں مقصدِ زندگی کو بھول جائے اس لئے ایک مرتبہ اس کو بارگاہِ الٰہی میں روحانی تسکین حاصل کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے تاکہ یہ نفس پرست انسان مفاد پرستی کے دام میں پھنس نہ جائے اور غیر اللہ کی پرستش میں اللہ کو بھول نہ جائے، اس لئے انسانی طبیعت کے مطابق ہر مناسب وقفہ میں اسے اپنے مقصدِ حیات کی طرف بلایا جاتا ہے اور طاقت کے اصل منبع کے ساتھ اس کو متصل کیا جاتا ہے۔ ورنہ یہ انسان اپنے آپ میں مصروف ہو کر اپنے آپ کو بھول جاتا ہے کہ میں کون ہوں اور کس لئے یہاں ہوں۔ اس بھولے ہوئے انسان کو جو اللہ کے کائناتی نظام سے منقطع ہو کر اپنی دنیا میں گم ہو جاتا ہے، ایک مرتبہ پھر ندائے اللہ اکبر کیساتھ اسے اللہ کے کائناتی نظام میں بلایا جاتا ہے، تاکہ یہ انسان ربِّ کائنات اور کائنات سے مربوط رہے اور کمالات تک پہنچنے کے لئے رواں دواں اس کائناتی سفر میں پیچھے نہ رہ جائے۔

اوقاتِ نماز اور تنظیم

تنظیم ایک کائناتی اور آفاقی نظام ہے
اجرام سماوی اپنی گردش میں ایک محکم تنظیم کے پابند ہیں۔
انسان بھی کائنات کا ایک حصہ ہی نہیں بلکہ عالم اصغر ہونے کے اعتبار سے خود ایک چلتا پھرتا عالم ہے اسی لئے خود انسان کا وجود بھی ایک نہایت محکم تنظیم کا مرہونِ منت ہے۔ اس کا تنفس، گردش خون، حرکت قلب قوۃ دافعہ وجاذبہ اور خلیوں میں تقسیم کار وغیرہ سب ایک تنظیم کے تحت ہے۔
مگر انسان صرف مادی وجود نہیں رکھتا۔ اس کا نفسیاتی اور روحانی پہلو مادی پہلو سے غیر اہم نہیں ہے۔ لہٰذا جہاں انسان کا مادی پہلو ایک محکم اور مضبوط تنظیم کا مرہونِ منت ہے وہاں اس کا روحانی اور غیر مادی پہلو بھی تنظیم

کا محتاج ہے۔

خدائے کائنات نے اسی ضرورت کے پیش نظر عبادت کو ایک منظم انداز میں ہم پر فرض کیا ہے اور دن رات میں ایک منظم طریقے سے عبادات بجالانے کو فرض کر کے ہمیں ایک روحانی نظام دیا ہے عبادت خواہ انفرادی طور پر بجالائے خواہ اجتماعی، دونوں صورتوں میں تنظیم ضروری ہے کہ زوال کے وقت ظہر کی نماز اور اس کے بعد عصر کی نماز۔ سورج کا دائرہ نصف النہار سے زوال پذیر ہونا ایک کائناتی نظام سے مربوط ہے اور عبادت بھی اس کائناتی نظام کا ایک حصہ ہے۔

اسی طرح سورج غروب ہوتا ہے تو یہ بھی ایک کائناتی تنظیم کا ایک واقعہ ہے اس کے ساتھ مغرب کی نماز بھی اس کائناتی تنظیم کا ایک جزو لاینفک ہے۔

جب کائناتی نظام میں سورج دوبارہ عالم مشہود پر رونما ہوتا ہے تو انسان کو بھی یہ حکم دیا گیا کہ نیند کی تاریکی سے نکل کر کائنات کے عالم مشہود میں حاضر ہو جاؤ اور فجر کے وقت اُٹھ کر منہ ہاتھ دھولو اور نماز پڑھو۔

لہٰذا نمازی انسان ہمیشہ کائناتی تنظیم پر نظر رکھتا ہے کہ زوال ہوا کہ نہیں، غروب ہوا کہ نہیں اور فجر طلوع ہو رہی ہے کہ نہیں تاکہ کائناتی تنظیم کے ساتھ ساتھ یہ چلتی پھرتی کائنات بھی منظم رہے۔

قبلہ

ایک ہی باپ کی اولاد بنی آدم کو جب ایک ہی رب کی عبادت کی طرف دعوت دی تو اس ذاتِ لامکان کی عبادت کے لیے کسی خاص مکان کی طرف توجہ کرنے کی بظاہر کوئی ضرورت نہ تھی۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ (البقرۃ: ۱۱۵)

مشرق اور مغرب خدا ہی کا ہے تم جہاں کہیں رخ کرو خدا وہیں ہے خدا وسعت و گنجائش والا دانا ہے۔

اللہ کے لیے مشرق اور مغرب میں کوئی فرق نہیں ہے وہ تو لامکان اور لامحدود ہے، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے کرۂ ارض میں انسانوں کے

لئے ایک بقعہ کو مرکز توجہ بنا دیا تاکہ فرزندان توحید کی توجہ میں بھی وحدت آجائے اور عبادت کے اندر تنظیم بھی قائم رہے۔

اس مقصد کے لئے خانۂ کعبہ کا انتخاب عمل میں آیا۔ خانۂ کعبہ کی خصوصیت یہ نہیں کہ خانۂ کعبہ فنِ تعمیر کا ایک نادر نمونہ ہے یا خانۂ کعبہ ایک ضخیم عمارت ہے، خانۂ کعبہ میں تعمیراتی، فنی اور مادی اعتبار سے کوئی قابلِ توجہ بات نہیں ہے کعبہ اہرام مصر کی طرح ضخیم نہیں اور تاج محل کی طرح شاہکار بھی نہیں آثار بابل کی طرح نمونۂ فن و تمدن بھی نہیں ہے۔

بلکہ خانۂ کعبہ کی تمام خصوصیتیں غیر مادی ہیں اور یہ خصوصیتیں انقلابی اصلاحی اور سعادتِ انسان سے مربوط ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۚ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ (آلِ عمران: ۹۶-۹۷)

لوگوں (کی عبادت) کے لئے جو گھر سب سے پہلے بنایا گیا وہ یہی کعبہ ہے جو مکہ میں ہے جو بڑی خیر و برکت والا ہے، سارے جہان کے لوگوں کا رہنما، اس میں بہت سی واضح نشانیاں ہیں (منجملہ) مقام ابراہیم ہے جو اس گھر میں داخل ہو گیا امن پا گیا۔

۱۔ کعبہ سب سے پہلا گھر ہے جو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا۔

۲۔ جہاں ابو البشر خلیفۃ اللہ فی الارض حضرت آدمؑ نے نزول فرمایا اور یہاں سے نسلِ انسانی اور دعوتِ الٰہی کی ابتدا ہوئی۔

۳۔ جہاں مقام ابراہیمؑ اور خانۂ اسماعیلؑ ہے جہاں سے انقلاب انبیاء کے قیام کا مرکزی دور شروع ہوتا ہے

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ (مائدۃ: ۹۷)

اللہ نے محترم گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کے لئے بنایا ہے۔

۴۔ جہاں انبیاء حج بجا لائے۔

۵۔ جس کی طرف حضرت اسماعیلؑ نے ہجرت فرمائی۔

۶۔ جہاں سے رسالت مآبؐ نے ہجرت فرمائی۔

۷۔ جہاں تاریخ انسانیت کی عظیم قربانی وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ پیش کی گئی۔

۸۔ جہاں تاریخ کی سب سے بڑی بت شکنی ہوئی۔

۹۔ جہاں سے دعوتِ اسلام کی ابتداء ہوئی۔

۱۰۔ جہاں اسلام کی سب سے بڑی فتح (فتح مکہ) کا واقعہ پیش آیا۔

۱۱۔ جہاں حضرت ابراہیمؑ کے ایک عظیم انقلابی فرزند علیؑ بن ابیطالبؑ پیدا ہوئے۔

۱۲۔ جہاں ہر سال اسلامی اتحاد کا روح پرور اجتماع ہوتا ہے۔

لہٰذا کعبہ رمزِ جہاد و قیام ہے، کعبہ مرکزِ انقلاب و تحریک ہے، کعبہ کے ساتھ دعوتِ تحریک کی ایک لازوال تاریخ وابستہ ہے۔

نماز اور جماعت

انسان فطرۃً اجتماعی ہے جیسے اللہ نے اجتماعی زندگی گزارنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ یعنی انسان کے فطری تقاضے کچھ اس طرح ہیں کہ وہ دوسروں کے ساتھ رہنے پر مجبور ہے۔

بطور مثال، انسان میں خالق نے جنسی طاقت ودیعت فرمائی ہے تاکہ نوعِ انسانی کی بقاء کی ضمانت فراہم ہو سکے۔ انسان اس فطری تقاضے کے مطابق ازدواجی زندگی گزارنے پر مجبور ہے اور نتیجۃً وہ صاحبِ اولاد ہو جاتا ہے۔ اولاد سے محبت بھی فطرت میں ودیعت فرمائی گئی ہے اس طرح خاندان کی تشکیل وجود میں آجاتی ہے۔

دینِ فطرت نے انسانی ضرورت کے پیشِ نظر تربیت کے احکام کو بھی

اجتماعیت کے مقاصد کو سامنے رکھ کر تدوین فرمایا ہے مثلاً اسلامی شریعت نے صلہ رحمی، بھائی چارہ، حق ہمسایہ، حق ہمسفر، رہبانیت کے حرام ہونے اور امور مسلمین کو اہمیت دینے کی تاکید فرمائی ہے۔

اسلامی اجتماعات

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام دینِ اجتماع ہے تو آیئے اسلامی اجتماعات اور مغربی تمدّن کے اجتماعات کے مزاج اور روح میں فرق کا مطالعہ فرمائیں کہ ان دونوں میں سے کون سا اجتماع انسانوں کے آپس میں قلبی ارتباط اور انسانی تعلقات کو استوار کرنے کے لئے مفید ہے؟

مغربی اجتماعات، کلبوں، کھیلوں، سینماؤں اور رقص و سرود کی محفلوں میں منعقد ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی اجتماع ایسا نہیں ہے جو انسانی غریزہ یا فطرت کے تقاضوں پر پورا اترتا ہو اولمپک کھیل کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے یہ لوگ کہتے ہیں:

"اس سے انسانوں میں ارتباط قائم ہوتا ہے اور وہ ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں"

دنیا جانتی ہے کہ اولمپک کھیل ہوں یا دوسرے کھیل یا کلب، ان میں کون سے انسانی مسائل حل کئے جاتے ہیں، اور ان کھیلوں پر محروم اور مظلوم عوام کے اربوں ڈالر خرچ کر کے ان اجتماعات سے انسان کو کیا دیا جاتا ہے۔

جبکہ اسلامی اجتماعات جن جن مقامات پر منعقد ہوتے ہیں ان میں

ایک فلسفہ ایک معنویت، ایک درس اور ایک تحریک موجود ہوا کرتی ہے۔

مکّہ:

جس میں مسلمان تمام اطرافِ عالم سے جمع ہوتے ہیں کیونکہ مکّہ ایک انقلابی تاریخ کے ساتھ وابستہ ہے، مکّہ نورِ الٰہی کا منبع اور نزولِ وحی کا مقدس مقام ہے۔ کفر و الحاد، جبر و استبداد کے خلاف جہادِ ابراہیمی و قربانیٔ اسمٰعیلی کے تسلسل کا رمز ہے۔ جہاں مسلمان اپنے اجتماع کے ذریعہ معاشرے کے دشمن ہر بت کو پاش پاش کرتے ہیں، خواہ وہ انسان کی شکل میں ہو یا جن کی یا خواہشاتِ نفسانی کی۔

مدینہ:

انقلابِ اسلامی کا مرکز، ارضِ رسولِ اسلام اور ارضِ جہاد و ایثار ہے، جہاں پر مسلمان اسلام کی انقلابی تعلیمات پر عمل کرنے کے لئے تجدید عہد کرتے ہیں۔

نجف اشرف:

جہاں معلّمِ انسانیت باب العلم اسد اللہ کا روضہ ہے، یہاں سے مسلمان علم و تقویٰ جہاد فی سبیل اللہ کا درس لیتے ہیں اور علم و شجاعت کی ایک عظیم مثال پیش کرنے والی ہستی کی زیارت سے مسلمان اپنی انسانی اقدار میں

نئی روح پیدا کرتے ہیں۔

کربلا:

ظلم واستبداد کے خلاف جہاد کا رمز، ایثار وقربانی کی درس گاہ، انسانی اقدار اور حریت کی تربیت گاہ اور تاریخ جہاد کا سب سے زیادہ تابناک باب ہے، کربلا جا کر مسلمان اپنے اندر جذبۂ جہاد پیدا کرتے ہیں اور ظالم سے نفرت اور مظلوم سے ہمدردی کا درس لیتے ہیں۔

مشاہد مشرفہ:

دوسرے آئمہ علیہم السلام کی زیارت گاہوں میں جا کر مسلمان روحانی تسکین حاصل کرتے ہیں، آئمہ کی زندگی سے درس لیتے ہیں اور روحانی طاقت حاصل کرتے ہیں۔

مسجد

اگرچہ اسلام کے نزدیک مسجد کے علاوہ گھروں، میدانوں اور دوسری جگہوں میں بھی نماز ہو سکتی ہے، مگر اس عمل کے لئے مسجد ہی مناسب ترین جگہ ہے۔

مسجد کا اسلامی تصوّر یہ ہے کہ ایک سادہ عمارت ہو جس میں کوئی نقش و نگار نہ ہوں اور اس کا ایک حصہ بغیر چھت کے ہو۔ اسلام کے نزدیک مسجد مسلمانوں میں دائمی ربط پیدا کرنے کا اجتماعی مقام ہے، اور یہ جگہ اللہ کی طرف منسوب ہے۔ اسلام نے مسجد کو نقش و نگار سے مزیّن کرنے سے منع کیا ہے۔ اللہ کے نزدیک مسجد کی زینت نمازی ہیں اور اس کی رونق عبادت ہے۔

رسولِ کریمؐ نے ارشاد فرمایا:

لا تزخرفوا مساجدکم کما زخرفت الیھود والنصاریٰ

تم اپنی مسجدیں یہود و نصاریٰ کی طرح نقش و نگار سے مزین نہ کرو۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ عہدِ عثمان میں مسجد نبوی کی توسیع کے ساتھ پہلی مرتبہ دیواروں میں نقش و نگار کے پتھر استعمال کئے گئے اور نقش والے پتھروں سے ستون بنائے گئے۔ [1]

مؤلفِ کتاب "فتح العلام" لکھتے ہیں سب سے پہلے مسجد کو نقش و نگار سے مزین ولید بن عبدالملک نے کیا۔

مسجد کی نوعیت

مسجد صرف اس جگہ کا نام نہیں ہے جس کو عبادت کے لئے بنایا گیا ہے، بلکہ اس کے ساتھ شرط یہ ہے کہ تعمیر مسجد کا مقصد بھی اسلامی ہو، یعنی وہ اتحاد و اتفاق اور روحِ اخوت کو اجاگر کرنے کا مرکز ہو۔ لہٰذا اگر کوئی مسجد تفرقہ اور نفرت کا باعث بنتی ہے تو اسے قرآن نے "مسجد ضرار" کا نام دیا ہے۔ ایسی مساجد تاریخ میں بہت ملتی ہے جن کی تاسیس کی غرض اسلامی نہیں بلکہ تفریق بین المؤمنین تھی۔ چنانچہ مساجد کوفہ کی تاریخ میں ہے کہ کوفہ

---

[1] مساجد الکوفہ، ص ۱۱، طبع نجف۔

ہیں کچھ مساجد ایسی تھیں جن کو مساجد لاعنہ کہتے تھے چنانچہ کوفہ میں کچھ مساجد ایسی بھی تھیں جو امام حسین علیہ السّلام کی شہادت کی خوشی میں تعمیر کی گئیں۔ لہٰذا اسلام میں ہر اس جگہ کو کوئی تقدس حاصل نہیں ہے جس کو مسجد کے نام سے بنایا گیا ہو اور اس میں روحِ اسلام کارفرما نہ ہو، بلکہ تفرقہ بازی کا ذریعہ ہو۔

مسجد اور تعمیرِ ملّت

اسلامی معاشرے میں مسجد کی اہمیت کا اس بات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ رسولِ اسلامؐ جب مکّہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرماتے ہیں اور ایک جدید اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے قدم اٹھاتے ہیں اور ایک ایسے معاشرے میں اسلامی اقدار کو روئے زمین پر نافذ کرنا چاہتے ہیں جہاں "اوس" اور "خزرج" کی قبائلی جنگ نے معاشرے کو نفرت و کراہت اور عداوت کا آماجگاہ بنا دیا تھا۔

ایسے معاشرے میں رسولِ اسلامؐ اسلامی انقلاب کی بنیاد، مسجد کی تعمیر سے رکھتے ہیں۔ چنانچہ رسولِ اکرمؐ مکے سے مہاجرت کر کے جب مدینہ پہنچے، تو سب سے پہلے آپؐ نے مدینہ میں مسجد کی بنیاد ڈالدی' چنانچہ جس روز آپ واردِ مدینہ ہوتے اسی روز آپؐ نے پشتِ مدینہ (قبا) میں مسجد بنائی یعنی بغیر ایک روز کی تاخیر کے آپؐ نے مسجد کی بنا ڈالی جس کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ (توبہ : ۱۰۸)
وہ مسجد جس کی بنیاد اوّل روز سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے۔

فضیلت مسجد

عبادت گھر میں کی جا سکتی ہے، مگر اسلام نے مسجد میں نماز پڑھنے کو فضیلت دی ہے تاکہ مسلمان مسجد میں جمع ہو کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔ دنیوی ثواب یہ ہے کہ مسلمان آپس میں مربوط ہو کر ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کی مشکلات سے آگاہ ہوتے ہیں، اور روزانہ مسجد میں ملاقات ہونے سے آپس میں محبت اور دوستی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر ایک نمازی حسبِ عادت مسجد میں نہ پہنچے تو دوسرے نمازی ایک خلا محسوس کرتے ہیں اور فوراً اس کی خبرگیری کرتے ہیں اگر وہ مریض ہے تو اس کی عیادت کرتے ہیں، اگر کوئی اور مشکل اسے پیش آئی ہو تو اس کی مدد کرتے ہیں، اگر کوئی فوت ہو گیا ہو تو اس کے جنازے میں حاضر ہوتے ہیں۔

جبکہ اگر معاشرے کو مسجد جیسی نعمت میسر نہ ہو تو ایسے معاشرے میں ہر شخص پرایا اور غیر مانوس رہتا ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جس میں روحِ اجتماع نہ ہو، جس میں ایک دوسرے کے دکھ درد کا احساس نہ ہو وہ معاشرہ وحشیوں کا معاشرہ ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی بدتر۔

اس معاشرے کی ایک مثال پیش کرتے ہیں جس میں مسجد کی نعمت میسّر

نہیں ہے۔

ایک اردو اخبار نے امریکہ کے ایک ایسے شخص کی خبر نشر کی ہے جس کے مرنے کے سات سال بعد لوگوں کو پتہ چلا کہ وہ مرگیا ہے۔ ہوا یوں کہ ایک شخص کرایہ کے مکان میں اکیلا رہتا تھا، وہ گھر میں مرجاتا ہے اور گھر کا کرایہ اس کے اکاؤنٹ سے مالک مکان کے اکاؤنٹ میں ہر ماہ از خود منتقل ہوتا تھا۔ لہٰذا مالک مکان نے بھی کرایہ دار سے ملنے کی زحمت گوارا نہ کی۔ بینک والوں نے دیکھا کہ عرصہ سات سال سے اس شخص کے اکاؤنٹ سے رقم خارج ہو رہی ہے مگر کوئی رقم جمع نہیں ہو رہی، تحقیقات کرتے پر پتہ چلا کہ یہ شخص اپنے گھر میں عرصہ سات سال سے مرا ہوا ہے اور کسی کو خبر تک نہیں ہوئی۔

حدیث نبوی ہے:

من اختلف الی المسجد اصاب اخاً فی اللّٰہ عزّ وجلّ او علما مستطرفا او اٰیۃ محکمۃ او کلمۃ تدل علی ھدی او اخری تصرفہ عن ردی او رحمۃ منتظرۃ او ترک ذنب خشیۃ او حیاءً (مستدرک الوسائل ۱/۲۲۶)

یعنی جو مسجد جاتا ہے (اس کے لئے درج ذیل فوائد میں سے ایک ضرور حاصل ہوتا ہے):

۱۔ اس کو کسی دینی بھائی سے متعارف ہونے کا موقع ملے گا۔

۲۔ یا اس کے علم میں اضافہ ہوگا۔

۳۔ یا کوئی حکمت والی آیت سیکھ جائے گا۔

۴۔ یا کوئی ایسی بات سیکھ لے گا جو باعث ہدایت ہو۔

۵۔ یا کوئی ایسی بات جو گمراہی سے بچائے۔

۶۔ یا کوئی قابل توقع رحمت میسر آئے گی۔

۷۔ یا کوئی گناہ چھوڑنا پڑے گا، خواہ خوف کی وجہ سے یا شرم کی وجہ سے۔

امام جعفر صادق ؑ فرماتے ہیں:

اذا بلغت باب المسجد فاعلم انك قصدت ملكا عظيماً لايطأ بساطه الا المطهرون ولا يؤذن لمجالسته الا الصديقون، وهب القدوم الى بساط خدمته هيبة الملك فانك على خطر عظيم ان غفلت

(اسرار الصلوٰۃ، ص ۴۹)

جب تو مسجد کے دروازے پر پہنچے تو تجھے علم ہونا چاہیئے کہ تو ایک عظیم بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہے جس کی بارگاہ میں صرف پاک لوگ ہی باریاب ہو سکتے ہیں اور صرف سچوں کو بیٹھنے کی اجازت مل سکتی ہے تو بارگاہِ الٰہی میں شرفیاب ہونے کو (کم ازکم) ایک بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا درجہ دے اگر غفلت کرے گا تو تُو عظیم خطرے سے دوچار ہو گا۔

ثواب

مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب مسجد کی اہمیت اور اس کے اجتماعی مقام کے مطابق زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ

مکہ میں مسجد الحرام میں ایک نماز ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔

مدینہ میں مسجد نبوی میں ایک نماز دس ہزار نماز کے برابر ہے۔

مسجد کوفہ اور مسجد اقصیٰ میں ایک نماز ایک ہزار نماز کے برابر ہے۔

شہر کی جامع مسجد میں جہاں نماز جمعہ و جماعت ہوتی ہے ایک نماز ایک سو نماز کے برابر ہے۔

محلہ کی مسجد میں ایک نماز پچیس نمازوں کے برابر ہے۔

اور

بازار کی مسجد میں ایک نماز بارہ نمازوں کے برابر ہے۔

(شرح لمعہ)

جماعت

۱۔ امامت :

یعنی ایسے شخص کو اپنی نماز کے لئے امام بنانا چاہیئے جس میں عدالت کی صفت موجود ہو، یعنی نمازیوں کو اس بات پر اعتماد ہو کہ یہ با اصول اور خداترس انسان ہے تاکہ سورۃ فاتحہ پڑھنے کا بوجھ اٹھانے کا وہ اہل ثابت ہو۔

واضح رہے کہ پیش نماز صرف سورۂ حمد پڑھنے کا بوجھ اٹھاتا ہے یعنی امام سورہ حمد پڑھے گا اور ماموم پر سورۂ فاتحہ پڑھنا ساقط ہے۔ ایک سورۂ فاتحہ پڑھنے کا بوجھ اٹھانے کے لئے عدالت شرط ہے۔

جماعت میں صرف تنظیم کا درس ملتا ہے کہ مسلمان اپنے رب کی عبادت

میں بھی صف بنائیں اور اپنی صفوں کی حدود و قیود میں رہ کر ایک ہی مرکز کی اتباع کریں۔

چونکہ تنظیم قیادت اور اطاعت سے عبارت ہے اس لئے اسلامی عبادت میں بھی ان دو اہم چیزوں کا عملی درس دیا جاتا ہے کہ نمازیوں کو اپنے میں سے ایک کو امام تسلیم کرنا ہوگا، اور پھر نماز کے اعمال کی بجا آوری میں اس امام کی اتباع ضروری ہوگی۔ لہٰذا اگر کوئی ماموم امام سے پہلے رکوع یا سجود میں جاتا ہے تو اسے اتباعِ امام کی خاطر واپس آنا ہوگا۔

۲۔ مساوات:

اسلامی فقہ میں یہ بات مسلمہ ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد یا جماعت کی صف میں ایک جگہ بیٹھ جاتا ہے تو دوسرے کو اس جگہ پر تصرف کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ کسی امیر یا حکمران کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اسے ہٹائے۔

۳۔ انس:

لفظ "انسان" "انس" سے بنا ہے، تو فطرت انسان بھی انس کی محتاج ہے، انس کی یہ عظیم نعمت جماعت میں میسّر ہے۔ اس نعمت کی عظمت کا اندازہ وہ لوگ کر سکتے ہیں جو نمازی موانست سے محروم ہیں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

ان المؤمن لیسکن الی المؤمن کما یسکن الظمآن الی الماء

البارد .
(الکافی ۲/۲۴۷)

یعنی ، مؤمن کو مؤمن سے اس طرح سکون ملتا ہے جس طرح پیاسے کو ٹھنڈے پانی سے ۔

۴۔ اجتماعی رُوح :

جماعت کی ایک برکت یہ ہے کہ جماعت انسان کو انفرادیت سے نکال کر اجتماعی بناتی ہے اور انسان میں اجتماعی روح کو زندہ کر دیتی ہے جماعت کا پابند اپنے آپکو اجتماع کا ایک جزو لاینفک تصوّر کرتا ہے، اس طرح انسان اجتماعی ذمہ داریاں قبول کرنے ، اجتماعی امور پر نظر رکھنے اور اجتماعی نقصانات اور فوائد پر کڑی نظر رکھنے کا اہل بن جاتا ہے، ایسا انسان اپنے آپ کو اجتماعی جسم کا ایک حصّہ تصوّر کرتا ہے جیسے جسم کے کسی حصّے کو اگر کوئی تکلیف پہنچے تو دوسرے حصے بھی اسے محسوس کرتے ہیں ۔

مغربی تمدّن انسانوں کو وطنیت ، قومیت اور مصلحت و مفاد کی بنا پر متحد رکھنا چاہتا ہے جبکہ اسلام انسان کو انسانیت کی بنا پر متحد رکھنا چاہتا ہے اور جس چیز سے انسان انسان ہے وہ اس کے درست نظریات ہیں۔ اسی لئے اسلام نظریات کو اتحاد کی بنیاد قرار دیتا ہے ۔

ارشادِ الٰہی ہے :

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ؕ
(آل عمران : ۱۰۵)

یعنی، تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنھوں نے واضح دلائل آنے کے بعد بھی تفرقہ بازی کی اور اختلاف کیا۔

حضرت علی علیہ السّلام سُنّت، بدعت اور تفرقہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

اما السُّنّة فسنة رسول الله و امّا البدعة فما خالفها وامّا الفرقة فاهل الباطل وان کثروا و اما الجماعة فاهل الحق وان قلّوا۔

یعنی، سُنّت کا مطلب سنّتِ رسول ہے اور ہر وہ عمل جو خلافِ سنّت ہو وہ بدعت ہے، تفرقہ سے مراد اہلِ باطل ہیں خواہ اکثریت میں ہی کیوں نہ ہوں اور جماعت سے مراد اہلِ حق ہیں خواہ وہ تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔

۵۔ اجتماعی مسائل اور ان کا حل:

نماز جماعت کی برکات میں سے ایک عظیم برکت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے اجتماعی اور انفرادی مسائل کا حل آسان ہو جاتا ہے۔ نماز جماعت مسلمانوں میں ایک مضبوط رابطہ کا کام دیتی ہے جس سے ہر مسلمان دوسرے مسلم بھائی کے دکھ درد اور مسائل کو بآسانی سمجھ سکتا ہے اور ان کو حل کرنے کے لئے کوشش کرتا ہے۔

۶۔ ثوابِ جماعت :

نماز کو اجتماعی شکل میں بجا لانا اللہ کو کس قدر پسند ہے کہ جب اس کا بندہ اپنے ہم نوعوں کے ساتھ باہمی اخوت و محبت کے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر اس کی عبادت کرتا ہے تو اس کے ثواب میں کئی گنی اضافہ فرماتا ہے۔

اگر عالم دین کی اقتدا میں نماز پڑھے تو ایک نماز کے لئے ایک ہزار نماز کا ثواب ملتا ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ ایک امام کے ساتھ ایک ہی ماموم ہو تو ایک ہزار نماز کا ثواب ملتا ہے، اگر ماموم کی تعداد دو ہو تو ثواب دوگنا ہوتا ہے تین ہو تو تین گنا اسی طرح دس تک ثواب میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور ماموین کی تعداد اس سے زیادہ ہونے کی صورت میں اسے اس قدر ثواب ملے گا جس کا شمار سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں کرسکتا۔

اور اگر عالم دین کی اقتدا میں نماز جامع مسجد میں باجماعت پڑھی جائے تو جماعت کا ثواب مسجد کے ثواب سے ضرب کھائے گا۔

وضاحت کے لئے اگلا صفحہ ملاحظہ فرمائیں :

عالم دین کی اقتدا میں		
تعدادِ ماموم	عام مقامات پر	جامع مسجد میں
۱	۱۰۰۰	۱۰۰,۰۰۰
۲	۲۰۰۰	۲۰۰,۰۰۰
۳	۳۰۰۰	۳۰۰,۰۰۰
۴	۴۰۰۰	۴۰۰,۰۰۰
۵	۵۰۰۰	۵۰۰,۰۰۰
۶	۶۰۰۰	۶۰۰,۰۰۰
۷	۷۰۰۰	۷۰۰,۰۰۰
۸	۸۰۰۰	۸۰۰,۰۰۰
۹	۹۰۰۰	۹۰۰,۰۰۰
۱۰	۱۰۰۰۰	۱۰,۰۰,۰۰۰

نمازِ جمعہ

نمازِ جمعہ قائم کرنا اسلامی حکومت کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری ہے۔

دوسری یومیہ نمازوں میں انفرادی عبادت اور اجتماعی تربیت و افادیت کے پہلو موجود ہیں اس لئے پانچ وقت کی نمازیں گھر میں بھی ہو سکتی ہیں اور فرادا بھی۔

مگر نمازِ جمعہ ایک اجتماعی فریضہ ہے لہذا اس نماز کا قائم کرنا اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے، اسی لئے فقہ جعفری میں اکثر علماء کے نزدیک نمازِ جمعہ کے واجب عینی ہونے کے لئے امام عادل یعنی معصوم کا ہونا یا اس کے نائب خاص کا ہونا شرط ہے۔

بہرحال اسلامی حکومت کا یہ فریضہ ہے کہ وہ نمازِ جمعہ کو پورے ملک میں قائم کرے اور دارالحکومت میں اسلامی سربراہِ مملکت خود نماز میں شرکت کرے اور دوسرے شہروں میں وہ اپنے نمائندے بھیجے، تاکہ حکومت نماز جمعہ کے ذریعہ عوام سے رابطہ قائم رکھ سکے اور عوام حکومت تک اپنے مسائل پہنچا سکیں۔ نیز اسلامی حکومت کی ایک اہم ترین ذمہ داری لوگوں کی تربیت ہے۔ یہ اہم ذمہ داری بھی حکومت نمازِ جمعہ کے ذریعہ پوری کرسکتی ہے۔ لوگوں کی تربیت کی خاطر نماز جمعہ سے پہلے دو خطبے رکھے گئے ہیں جن میں امام پر فرض ہے کہ وہ لوگوں کے لئے موعظہ کرے۔

بروز جمعہ ظہر کی چار رکعت نماز کی جگہ جمعہ کی نماز واجب کی گئی ہے اور نمازِ جمعہ کی کیفیت میں ظہر کی نماز سے نمایاں فرق ہے، ظہر کی نماز چار رکعت ہے۔ جبکہ جمعہ کے دو خطبے اور دو رکعت نماز ہے۔ ظہر کی دو رکعتوں کی جگہ جمعہ میں دو خطبے ہیں اور دو رکعتوں میں امام محرابِ عبادت میں اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ جمعہ میں دو رکعتوں کی جگہ امام لوگوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور لوگوں سے باتیں کرتا ہے ان کو موعظہ کرتا ہے، ان کی تربیت کرتا ہے، اجتماعی مسائل سے لوگوں کو آگاہ رکھتا ہے، دشمنوں کی سازشوں سے باخبر رکھتا ہے، آنے والے واقعات کے لئے ان کو آمادہ رکھتا ہے۔

یہ دوسری بات ہے کہ ہمارے ملک میں نمازِ جمعہ ایک رسم کے طور پر انجام دیتے ہیں، اس کی روح سے امام اور ماموم دونوں واقف

نہیں ہیں اور خطبے صرف عربی میں پڑھ دیتے ہیں۔

ورنہ جمعہ ایک اسلامی ہفتہ وار کانفرنس ہے، یا اسلامی ہفتہ وار تربیتی کیمپ ہے جو اسلامی پیغام کو انسانوں تک پہنچانے اور اسلامی خطوط پر لوگوں کی تربیت کرنے کے لئے ہر ہفتہ قائم کیا جاتا ہے اور جو اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔

نمازِ جمعہ کے اجتماعی اہداف و مقاصد خود نمازِ جمعہ کے مزاج سے معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ دو رکعتوں کی جگہ دو خطبے ہونا اور دونوں خطبوں کا سننا لوگوں پر واجب ہونا اور دورانِ خطبہ آپس میں باتیں کرنا جائز نہ ہونا وغیرہ۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

نہی رسول اللہ عن الکلام یوم الجمعہ والامام یخطب فمن فعل ذلک لغی ومن لغی فلاجمعۃ لہ۔

(الوسائل ۵/۲۰)

یعنی: رسولِ خدا نے روز جمعہ امام کے خطبہ کے دوران بات کرنے سے منع فرمایا اور جو ایسا کرتا ہے اس نے لغو کیا اور جو لغو کرتا ہے اس کا جمعہ ہوتا ہی نہیں۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ خطبۂ جمعہ دو رکعت نماز کی جگہ ہے جیسے نماز میں بات نہیں کی جا سکتی خطبے میں بھی بات کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ ماموم پر فرض ہے کہ وہ امام کا خطبہ سنے، تاکہ اسلامی تربیت کا مقصد پورا

ہو سکے۔

الاحوط بل الاوجہ وجوب الاصغاء الی الخطبہ

یعنی: احتیاط بلکہ زیادہ مناسب یہ ہے کہ خطبے کا سننا واجب ہے

(تحریر الوسیلہ ۱/۲۳۵)

حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

انما جعل الخطبۃ یوم الجمعۃ لان الجمعہ مشہد عام فاراد اللہ ان یکون للامیر سبب الی موعظتہم و ترغیبہم فی الطاعۃ و ترھیبہم عن المعصیۃ، و توقیفھم علی ما اراد من مصلحۃ دینھم و دنیاھم ویخبرھم بما ورد علیہ من الافاق من الاحوال التی فیھا المضرۃ والمنفعۃ۔

و انما جعلت خطبتین لتکون واحدۃ للثناء علی اللہ والتمجید والتقدیس للہ عزّ وجل والاخری للحوائج والاعذار والانذار والدعاء، ولما یرید ان یعلمھم من امرہ ونھیہ ما فیہ الصلاح والفساد۔

(الوسائل ۵/۴۰)

یعنی، جمعہ کے روز خطبہ اس لئے مقرر کیا گیا ہے کیونکہ جمعہ ایک عام اجتماع ہے، اللہ نے چاہا ہے کہ

۱۔ حکمرانوں کو موعظہ کرے۔

۲۔ لوگوں کو اطاعتِ خدا کی ترغیب اور معصیتِ خدا سے پرہیز کرانے کا موقع ملے۔

۳۔ اور لوگوں کو حکومت کی ان پالیسیوں سے آگاہ کرے جو ان کے دینی اور دنیاوی مفادات سے وابستہ ہوں۔

۴۔ نیز لوگوں کو ان بین الاقوامی حالات سے آگاہ کرے جن میں ان کے مفاد یا نقصان کی توقع ہو۔

دو خطبے اس لئے مقرر کئے ہیں تاکہ پہلے خطبے میں اللہ کی تمجید و تقدیس ہو اور دوسرے خطبے میں لوگوں کی :

۱۔ ضرورتوں کو بیان کیا جائے،

۲۔ رکاوٹوں،

۳۔ اعلانات،

۴۔ دعاؤں کو بیان کیا جائے،

اور

۵۔ اصلاح و فساد کے بارے میں حکومت کا کوئی حکمنامہ جاری کرنا ہو تو وہ جاری کرے۔

امام خمینی تحریر الوسیلہ ۱/۲۳۴ میں فرماتے ہیں :

" خطیب کو چاہیئے کہ وہ اپنے خطبے میں مسلمانوں کے دینی اور دنیوی مفادات کی باتیں بیان کرے اور مسلم ممالک اور دیگر جگہوں میں رونما ہونے والے ان واقعات کو بیان کرے جن

میں لوگوں کا مفاد یا ضرر وابستہ ہے، یا ان کے لئے دینی و دنیوی اعتبار سے مفید بات ہو، نیز ان سیاسی اور اقتصادی امور کو بیان کرے جو مسلمانوں کے استقلال اور تشخص سے مربوط ہوں اور ساتھ یہ بھی بیان کرے کہ دوسری قوموں کے ساتھ کیسا رویّہ رکھنا چاہیئے، اور مسلمانوں کو اس بات سے خبردار کرنا چاہیئے کہ سامراج مسلمانوں کے معاملات میں خصوصاً سیاسی اور اقتصادی امور میں دخل اندازی نہ کرے جس سے ان کا استحصال ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جمعہ مسلمانوں کے لئے حج اور عیدین کے اجتماعات کی طرح ایک عظیم اجتماع ہے، مگر افسوس کا مقام ہے کہ مسلمانوں نے جمعہ اور دیگر سیاسی ذمہ داریوں کو متروک کر دیا ہے، اسلام اپنے تمام معاملات میں سیاست کا دین ہے، چنانچہ یہ بات اسلامی نظامِ حکومت، سیاست، اجتماعیات اور اقتصادیات پر معمولی عبور رکھنے والے پر پوشیدہ نہیں ہے کہ جو دین کو سیاست سے جدا سمجھتا ہے وہ جاہل ہے۔ اسے نہ دین کا علم ہے نہ سیاست کا۔

طہارت

دینِ اسلام میں طہارت و پاکیزگی عبادت کا ایک اہم جزو ہے۔ آلودگی اور نجاست کی حالت میں نماز صحیح نہیں ہوتی، مسلمانوں کو دن میں پانچ مرتبہ اپنے جسم و لباس کا معائنہ کرنا ہوتا ہے کہ ان میں کوئی آلودگی تو نہیں ہے۔

پاکیزگی و طہارت ایک فطری امر بھی ہے اور ہر جاندار کثافت سے نفرت کرتا ہے بہت سے پرندے اور دوسرے جانور اپنے جسم کو پانی سے دھو لیتے ہیں یا پونچھ لیتے ہیں، جیسے مرغی کھانے کے بعد اپنی چونچ کو پونچھ لیتی ہے اور قدرت نے بھی صفائی کے لئے قدرتی چیزیں بھی خلق فرمائی ہیں جیسے

پانی، بارش، ہوا، دھوپ وغیرہ جن سے کثافتیں از خود ختم ہو جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ پانی کے اندر موجود ناقابلِ دید حیواناتی ذرّات بھی آلودگی کو پسند نہیں کرتے، چنانچہ اگر پانی آلودہ ہو جائے تو وہ ان کثافتوں اور جراثیموں کو خاک میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

خود انسان کے خون کے اندر ایک ایسی فوج موجود ہے جو آنے والی کثافت یعنی جراثیموں کا مقابلہ کرتی ہے اور خون میں داخل ہونے والی گندگی کو صاف کرتی ہے۔

اس فطری تقاضے کے مطابق اسلام نے انسان پر فرض کر دیا ہے کہ وہ ان کثافتوں کو دُور کرے اور اپنے جسم و لباس کو ہمیشہ پاک اور صاف رکھے۔

اس سے انسان یہ نہ سمجھے کہ ہر وقت طہارت و صفائی کا خیال رکھنا اور دن میں پانچ مرتبہ جسم و لباس کی دیکھ بھال کرنا اور ہر نجاست کو پانی کے ساتھ دھونا ایسی پابندیاں ہیں جن کا ہر انسان متحمل نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ جو چیزیں فطری تقاضوں کے تحت انسانی زندگی کے لئے ضروری ہیں ان کا بجالانا پابندی نہیں ہے مثلاً کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہر وقت سانس لینا، کھانا کھانا، پانی پینا وغیرہ پابندیاں ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ ان چیزوں کو نعمت شمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔

(المائدہ: ٦)

اللہ تو یہ چاہتا ہی نہیں کہ تم پر کسی طرح کی تنگی ہو بلکہ وہ چاہتا ہے پاک و پاکیزہ کر دے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دے تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

لہٰذا ان احکام کی پابندی کرنے میں خود انسان کی سعادت دارین مضمر ہے۔

نیز ارشاد الٰہی ہے:

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّہِّرِیْنَ۔ (توبہ: ۱۰۸)

اللہ ستھرے لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

نیز ارشادِ الٰہی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ۔

(البقرہ: ۲۲۲)

اللہ توبہ کرنے والے اور ستھرے لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

احادیثِ نبوی:

- بنی الدین علی النظافۃ۔

دین کی بنیاد اور اساس نظافت اور صفائی ہے۔

- الطہور نصف الایمان۔

پاکیزگی جزوِ ایمان ہے۔

- مفتاح الصلوٰۃ الطہور۔

نماز کی کنجی طہارت ہے۔

• بئس العبد القاذورة.

بدترین شخص وہ ہے جو گندگی میں رہتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

النظیف من الثیاب یذھب بالھم والحزن.

صاف ستھرے کپڑے غم و اندوہ کو ختم کر دیتے ہیں۔

اسلام نے مسلمانوں کو یہ حکم بھی دیا ہے کہ اجتماعات میں جائیں تو صاف ستھرے کپڑوں میں خوشبو لگا کر جائیں۔ چنانچہ نماز جمعہ کے بارے میں ایسا ہی حکم ملتا ہے۔ اور رسول اکرمؐ نے جمعہ کی نماز میں جانے سے پہلے پیاز کھانے سے منع فرمایا تاکہ دوسروں کو بدبو نہ آئے۔

وضو

نمازی کے لئے ضروری ہے کہ درگاہِ الٰہی میں تطہیر قلب کے لئے حاضر ہونے سے پہلے وضو کے ذریعہ اپنے ظاہری اعضاء کو طاہر کرلے۔ کیونکہ جسم و روح میں ایک ناقابل تفریق ربط ہے۔

مسواک:

وضو کرنے سے پہلے مستحب ہے کہ مسواک کی جائے۔ رسول اکرمؐ نے مسواک کرنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ حضورؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

یا علی علیك السواك عند وضوء لکل صلوٰة.
اے علی ہر نماز کے لئے وضو کرنے سے پہلے مسواک کیا کرو.

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:
فی السواك اثنی عشر خصلۃ، ہو من السنّۃ، ومطہرۃ للفم، ومجلاۃ للبصر، ویرضی الرحمٰن، ویبیض الاسنان، ویذھب بالحفر ویشد اللثۃ، ویشہی الطعام، ویذھب بالبلغم، ویزید فی الحفظ، ویضاعف الحسنات، ویفرح بالملائکۃ.

یعنی مسواک کرنے میں بارہ خصوصیات موجود ہیں:

۱۔ سنّت کی ادائیگی،
۲۔ دہن کی پاکیزگی،
۳۔ قوت بینائی،
۴۔ رضائے الٰہی،
۵۔ دانتوں کی چمک،
۶۔ دانتوں کے سوراخوں کا بند ہونا،
۷۔ مسوڑوں کی مضبوطی،
۸۔ ہاضمہ کی درستگی،
۹۔ بلغم کا خاتمہ،
۱۰۔ حافظہ میں اضافہ،

۱۱۔ نیکیوں میں اضافہ،

۱۲۔ فرشتوں کی خوشنودی۔

یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ مسواک نہ کرنے سے مسوڑوں میں جراثیم جمع ہو جاتے ہیں اور یہ غذا کے ساتھ معدے میں چلے جاتے ہیں۔ پھر یہ خون میں داخل ہو جاتے ہیں اور گوناگوں بیماریوں کا سبب بنتے ہیں دانتوں کی خرابی کی وجہ سے ہاضمہ پر بھی اثر پڑتا ہے۔ معصوم نے جن فوائد کا ذکر کیا ہے ان میں سے اکثر کا سائنس نے بھی انکشاف کیا ہے۔ اس کی اہمیت کی بنا پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

لولا ان اشق علی امتی لامرتہم بالسواک۔

اگر امت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں مسواک واجب قرار دیتا۔

مضمضہ (منہ میں پانی ڈالنا):

وضو سے پہلے تین مرتبہ منہ میں پانی ڈالنا مستحب ہے تاکہ دہن میں غذا کے باقی ماندہ اجزاء صاف ہو جائیں۔ ورنہ اجزاء جراثیم بن کر معدے میں پہنچ جاتے ہیں۔ نیز دہن میں گرد و غبار بھی جمع ہو جاتا ہے جس سے غذا گرد و غبار سے خراب ہو کر معدے میں پہنچ جاتی ہے اور خون میں داخل ہو کر مختلف امراض کا سبب بن جاتی ہے۔

استنشاق (ناک میں پانی ڈالنا):

مستحب یہ ہے کہ وضو سے پہلے تین مرتبہ ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کیا جائے کیونکہ ناک دو اہم امور انجام دیتی ہے۔

۱۔ ہوا کو گرم کرتی ہے تاکہ ہوا مناسب درجۂ حرارت کے ساتھ پھیپھڑوں تک پہنچے، کیونکہ سرد ہوا پھیپھڑوں کے لئے مناسب نہیں ہے۔

۲۔ ہوا میں موجود گرد و غبار کو صاف کرتی ہے تاکہ صاف ہوا پھیپھڑوں تک پہنچے۔

لہذا ناک کے اندر ہوا کے ساتھ آنے والا بہت سا گرد و غبار جمع ہوتا رہتا ہے اس لئے اس کا دھونا ضروری ہے، اور اسلام نے ہر نمازی کے لئے وضو کے وقت اس کا دھونا مستحب قرار دیا۔

بعض سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ ناک کے بعض حصّوں میں ایک کیڑا پیدا ہوتا ہے جس سے سر میں سخت درد پیدا ہوتا ہے اور بینائی بھی کمزور ہو جاتی ہے، اور اس کا واحد حل اس کو پانی کے ساتھ صاف کرنا ہے۔

وضو:

وضو کے بارے میں حضرت امام رضا علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں:

انما امر بالوضوء لیکون العبد طاھراً اذا قام بین یدی الجبار عند مناجاته ایاہ مطیعاً له فیما امرہ نقیاً

من الادناس والنجاسة مع ما فیہ من ذھاب الکسل وطرد النعاس وتزکیۃ الفؤاد للقیام بین یدی الجبار؛ وانما اوجب علی الوجہ والیدین والرأس والرجلین لان العبد اذا قام بین یدی الجبار فانما ینکشف من جوارحہ ویظھر ما وجب فیہ الوضوء۔ وذلک انہ بوجھہ یسجد ویخضع وبیدہ یسأل ویرغب ویتبتّل وبرأسہ یستقبل فی رکوعہ وسجودہ وبرجلہ یقوم ویقعد وامر لغسل الجنابۃ دون الخلاء لان الجنابۃ من نفس الانسان وھو شئ یخرج من جمیع جسدہ والخلاء لیس من نفس الانسان انما ھو غذاء یدخل من باب ویخرج من باب۔ (اسرار الصلوٰۃ ص ۱۷۳)

یعنی، وضو کا حکم اس لئے دیا گیا ہے تاکہ جب بندہ خدائے جبار کے سامنے مناجات کے وقت امرِ خدا کی اطاعت کے لئے کھڑا ہو تو آلودگی اور نجاست سے پاک ہو۔ نیز وضو کرنے سے سستی اور اونگھ ختم ہو جاتی ہے اور درگاہ الٰہی میں حاضر ہونے کے لئے دل کی صفائی ہوتی ہے اور یہ وضو چہرہ، ہاتھوں، سر اور پاؤں پر اس لئے مشتمل ہے کہ بندہ جب درگاہ خدائے جبار میں حاضر ہوتا ہے تو یہی اعضاء ظاہر ہوتے ہیں جن پر وضو ہے۔ چنانچہ وہ چہرے سے سجدہ کرتا ہے اور خضوع کرتا ہے اور ہاتھ

سے سؤال اور دعا کرتا ہے اور سر سے رو بہ قبلہ ہو کر رکوع اور سجدہ کرتا ہے، اور پاؤں سے قیام وقعود کرتا ہے۔

پیشاب کی صورت میں نہیں بلکہ جنابت کی صورت میں غسل اس لئے واجب کیا کیونکہ جنابت نفسِ انسان سے خارج ہوتی ہے اور یہ ایک ایسی چیز ہے جو پورے بدن سے مربوط ہے۔ جبکہ پیشاب نفسِ انسان سے خارج نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک غذا تھی جو ایک جگہ سے داخل ہو کر دوسری جگہ سے نکل جاتی ہے۔

رسولِ اکرمؐ نے فرمایا:

ان تحت کل شعرۃ جنابۃ۔ (اسرار الصلوٰۃ، ص ۱۴)

ہر بال کے نیچے جنابت کا اثر موجود رہتا ہے۔

بعض کوتاہ بینوں کا خیال یہ ہے کہ غسل واجب ہونا اس وقت معنی رکھتا تھا جب انسان نے جراثیم کا انکشاف نہیں کیا تھا، اب جبکہ انسان نے صفائی کی ضرورت کو خود سمجھ لیا ہے تو غسل واجب ہونے کا کوئی معنی نہیں ہے۔

جواب: اولاً، اب تک تمام انسان صفائی کی ضرورت اور جراثیم کے مضرات کا علم نہیں رکھتے اور چند متمدن افراد کے علاوہ باقی کو اس کی اہمیت سے واقف نہیں ہیں۔

ثانیاً، قوانین کلیات کے مطابق بنائے جاتے ہیں۔ جزئیات قابلِ اعتناء نہیں ہوتیں، مثلاً چوراہوں پر نصب شدہ بتیوں کے اشارے

ٹریفک کے کل قوانین کے تحت نافذ کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا اگر سڑک ٹریفک سے بالکل خالی ہے تو بھی یہ اشارے نافذ العمل ہوں گے، یعنی یہاں یہ نہیں کہا جاتا کہ اس وقت ٹریفک نہیں ہے اور تصادم کا بھی کوئی خطرہ نہیں تو اشارے کی پابندی کیوں ضروری ہے؟

ثالثاً، یہ بات مسلّم نہیں ہے کہ غسل صرف جراثیموں کی وجہ سے واجب کیا گیا ہے بلکہ عین ممکن ہے کہ جراثیم ان وجوہات میں سے ایک ہوں جن کی وجہ سے غسل واجب کیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ص نے فرمایا:

ان تحت کل شعرة جنابة۔ (اسرار الصلوٰۃ: ۴۱)

یعنی، ہر بال کے نیچے جنابت کا اثر ہے۔

اگر غسل واجب ہونا صرف جراثیموں کی وجہ سے ہوتا تو غسلِ جنابت کی وجہ سے نہیں بلکہ کثافت کی وجہ سے واجب ہو جاتا، جیسا کہ مسواک کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ جب دندان زرد پڑ جائیں تو مسواک کرنا تاکیداً مستحب ہے۔ غسل کے بارے میں بھی یہی حکم آتا کہ جب بدن میں عفونت بڑھ جائے تو غسل واجب ہے۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ بدن کی عفونت اور جراثیم غسل کی وجوہات میں سے ایک ہو سکتے ہیں۔

معصوم کا ارشاد ہے:

اذا اردت الطهارة والوضوء فتقدم الی الماء تقدمك الی رحمة الله فان الله تعالیٰ قد جعل الماء مفتاح قربته ومناجاته ودلیلا الی بساط خدمته۔ (اسرار الصلوٰۃ، ص ۴۲)

یعنی، جب تم طہارت کے لئے وضو کا قصد کرو تو پانی کی طرف یوں بڑھو جیسے اللہ کی رحمت کی طرف بڑھتے ہو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے پانی کو اس کی قربت اور مناجات کی کنجی قرار دیا ہے اور درگاہ الٰہی تک رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔

تیمّم:

پانی میسّر نہ ہونے یا پانی کے استعمال میں ضرر ہونے کی صورت میں وضو اور غسل کی جگہ تیمم کرنا واجب ہے اور تیمّم پاک مٹی پر ہوتا ہے۔

جدید سائنسی انکشافات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوئی کہ خاک میں عفونت کے خاتمہ کے لئے مواد پائے جاتے اور خاک میں موجود جراثیم بہت سے مضرات کو ختم کرتے ہیں۔ ان میں عفونت بھی شامل ہے۔[1]

تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ پانی کو صاف کرنے کے لئے، پانی کو خاک پر سے گزارنا بہترین فلٹر ثابت ہوا ہے۔

نیز چہرے پر خاک ملنے سے انسان کے اندر موجود کبر و نخوت اور غرور کا بھی علاج ہوتا ہے۔

---

[1] تمدّن و علومِ اسلامی، ص ۶۶۔

اذان

ان الملائکۃ اذا سمعت الاذان من اھل الارض قالت:
ھذہ اصوات امۃ محمدؐ بتوحید اللہ تعالیٰ فیستغفرون
لامۃ محمدؐ حتی یفرغوا من تلک الصلوٰۃ۔

(الوسائل ۴/۶۱۶)

جب فرشتے زمین والوں کی اذان سنتے ہیں تو کہتے ہیں، یہ ہے
اُمّت محمدؐ کی آوازِ توحید۔ پھر وہ نماز سے فارغ ہونے تک
اُمّت محمدؐ کی مغفرت کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔
نمازیوں کو نماز کی طرف دعوت دینے اور وقت عبادت سے آگاہ
کرنے کا ایک طریقہ تو وہی ہے جو یہود و نصاریٰ کے ہاں مروّج ہے کہ وہ ناقوس

بجاتے ہیں مگر ناقوس میں آواز ہے مضمون نہیں، دعوت ہے فکر نہیں، صدا ہے معنی نہیں، اعلان ہے آگاہی نہیں ہے۔

مگر اذان میں دعوت کے ساتھ ساتھ فکر بھی ہے، صدا کے ساتھ معنی بھی ہے اور اعلان کے ساتھ ساتھ مقصد پر آگہی اور مضمون بھی ہے۔

مؤمن قبلہ رُو ہو کر بلند آواز میں اعلان کرتا ہے۔ اللہ اکبر "خدا ہر چیز سے عظیم ہے" کائنات میں کوئی ایسی طاقت نہیں جس پر انسان بھروسہ کرے۔ سب سے بڑی ذات اللہ ہی کی ہے اور اسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔

اس جملے کی چار بار تکرار کر کے یہ باور کرایا جاتا ہے کہ اللہ کے تصوّر کے بعد مسلمانوں کو کسی اور طاقت کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کرنا چاہیئے۔

شہادت گواہی دینے کو کہتے ہیں اور گواہی عدالت میں قاضی کے سامنے دی جاتی ہے، مسلمان کائنات کو عدالت گاہ تصوّر کرتا ہے اور اپنے آپ کو اس عدالت گاہ میں حاضر جان کر گواہی دیتا ہے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی قابلِ پرستش نہیں ہے۔

اس آفاقی عدالت گاہ میں توحید کے بعد پیغامِ توحید کے امین کی حقّانیت کی بھی گواہی ضروری ہے اس لئے مؤذّن کہتا ہے:

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمّد صلعم اللہ کے رسول ہیں۔

رسالت کی گواہی کے بعد اس کی محافظ امامت کا بھی ذکر اس

کا شافی عدالت میں ہونا از روئے عقیدت مناسب معلوم ہوتا ہے اسلئے انقلابِ انبیاء کے تسلسل کے محافظ سلسلۂ امامت کے مقتدیٰ علیؑ بن ابیطالب کی ولایت کی گواہی از روئے تبرک دی جاتی ہے۔

اَشْهَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰه

میں گواہی دیتا ہوں کہ علیؑ اللہ کے ولی ہیں۔

اصولی نظریات کی طرف اشارہ ہونے کے بعد جس امر کا اعلان کرنا مقصود ہے اس کی طرف آتے ہیں یعنی نماز کی دعوت دی جاتی ہے، اور دعوت الی الصلوٰۃ کے لئے تین الفاظ منتخب ہوتے ہیں:

الصّلوٰۃ

الفلاح

خیر العمل

پہلے خود نماز کا نام لے کر پکارا جاتا ہے۔

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ

اس کے بعد اس عبادت کی خصوصیت کا ذکر کر کے پکارا جاتا ہے، اور وہ ہے فلاح اور نجات یعنی نماز فلاح و نجات کا راستہ ہے۔

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ

اس عبادت کی دوسری عظیم خصوصیت یہ ہے کہ یہ سب اعمال میں بہتر عمل ہے اس لئے مؤذن کہتا ہے:

حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ ۔ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ

اس کے بعد اللہ کی عظمت و بزرگی کی طرف ایک مرتبہ پھر توجہ دلائی جاتی ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اس کے بعد ایک مرتبہ پھر نماز اور ہر شئ کی انتہائی غرض و غایت یعنی توحید یاد دلائی جاتی ہے

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

اس طرح اذان کی ابتداء بھی اللہ کے نام سے اور انتہا بھی اللہ ہی کے نام پر ہوتی ہے۔ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ۔

اذان کی اس معجزانہ ترکیب اور فکر انگیز ترتیب سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ اذان من عند اللہ ہے اور انسانی فکر سے بالاتر ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ اذان بعض اصحاب کے مشورے سے تجویز کی گئی ہے، یا بعض اصحاب نے اسے خواب میں دیکھا، قرینِ قیاس معلوم نہیں ہوتا۔

چنانچہ حضرت امام صادق علیہ السّلام سے پوچھا گیا کہ لوگ کہتے ہیں اذان کو ابی بن کعب نے خواب میں دیکھا تھا؟ آپؑ نے فرمایا:

"جھوٹ بولتے ہیں کیونکہ دینِ خدا خواب میں نظر آنے سے بالاتر ہے۔"

ثانیاً، اسلامی شریعت کا ایک مسلمہ ہے کہ شریعت کے تمام احکام حکمِ خدا پر موقوف ہیں۔ اس لئے رسولِ خدا کے بارے میں ارشاد ہوا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

(النجم : ۳-۴)

(رسولؐ) اپنی خواہش کے مطابق نہیں بلکہ وحی الٰہی کے مطابق بات کرتا ہے۔

پس اذان حکمِ الٰہی ہے اور دستور وحی کے مطابق ہے۔

صبح پو پھٹنے کے ساتھ جب فطرت میں نئی روح آجاتی ہے اور انسان نئے عزم اور ولولہ سے رات کے سکون و سکوت کو توڑنے کے بعد اپنی زندگی کے نشیب و فراز میں دوبارہ داخل ہونا چاہتا ہے اور پرندوں کے ساتھ ساتھ انسان بھی اپنے گھونسلوں سے نکل کر فعالیت کے میدان میں قدم رکھنا چاہتا ہے۔

عین اس وقت اسلامی انسان طبیعت و فطرت کے ساتھ چلتے ہوئے رات کے سکوت وجمود کو اللہ اکبر کی بلند آواز کے ساتھ توڑتا ہے، اور اللہ کے مبارک نام کے ساتھ دوبارہ کارزار زندگی میں قدم رکھتا ہے۔ اللہ کے سامنے سربسجدہ ہوتا ہے۔ الٰہی قوت سے اپنے آپ کو طاقتور بنا دیتا ہے، اور صبح کا ایک سجدہ کر کے دن کے ہزار سجدوں سے اپنے آپ کو نجات دلا دیتا ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے:

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ (النبأ : ۱۱)

یعنی، اور ہم نے دن کو کسبِ معاش کے لئے بنایا ہے۔

یہاں حصولِ مقصد کی راہ میں مشکلات ہوتی ہیں۔ حوصلے تنگ اور بدن خستہ ہوتے ہیں۔ زوال کے وقت انسان کو الٰہی طاقت کے ساتھ ایک مرتبہ پھر چارج ہونے کی ضرورت ہے۔ اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لئے زوال کے وقت بلایا جاتا ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ

ظہر وعصر کی نماز سے روحانی چارج ہونے کے بعد دوبارہ یہ انسان اپنے سفرِ زندگی میں داخل ہو جاتا ہے اور جب دن ڈھل جاتا ہے اور سورج غروب ہو چکتا ہے تو اس دن کی کامیابیوں کے لئے شکرِ خدا اور ناکامیوں کے لئے توکل برخدا اور استمداد از خدا کے لئے ایک مرتبہ پھر

اَللّٰہُ اَکْبَرُ

کی آواز سنتا ہے، سب چیزوں کو بھول کر درگاہ احدیت میں حاضری دیتا ہے اور مغرب وعشا کی نمازیں پڑھ کر رات کے سکوت وسکون میں کھو جاتا ہے۔

حضورؐ کو جب کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو فرماتے:

ارحنا یا بلال۔

اے بلال اذان دیکر ہمیں سکون دو۔

نماز کی ہیئت ترکیبی

انسان چونکہ امتحان و آزمائش کے لئے یہاں بھیجا گیا ہے اور یہ کائنات کا سب سے زیادہ ترقی پذیر موجود ہے، جس میں بے شمار اور لامتناہی صلاحیتیں موجود ہیں اس لئے انسان کو اللہ تعالیٰ نے متضاد صفات کا مالک بنایا ہے اس میں ان صفات کا مادہ بھی ہے جن سے یہ اوجِ ترقی و کمال پر فائز ہو سکتا ہے اور اس میں ان اوصاف کا عنصر بھی ہے جس سے یہ قعرِ مذلت میں جا گرتا ہے۔

ایک طرف انسان میں جذبۂ ایثار و قربانی ہے،
تو دوسری طرف حسد کا مادہ بھی موجود ہے،
ایک طرف رحم و ہمدردی کا جذبہ ہے،
تو دوسری طرف انتقام کا جذبہ بھی کار فرما ہے۔

ایک طرف محبّت و الفت کا جذبہ ہے،
تو دوسری طرف بغض و عداوت کا مادہ بھی ہے،

ایک طرف تواضع و فروتنی ہے،
تو دوسری طرف تکبّر و خود بینی بھی ہے۔

ان متضاد اوصاف میں سے جس صفت کی تربیت ہوگی انسان میں وہی صفت پروان چڑھے گی۔ تربیت ہی سے انسان ایثار و قربانی کی مثال بن سکتا ہے۔

انسانی اعلا اقدار کی تربیت کے لئے نماز ایک عظیم درسگاہ ہے۔ کیونکہ انسان اپنے آپ سے آشنا و آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے لہٰذا اس احساس کو مٹانے کے لئے تکبّر کرتا ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے:

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ۔

(المؤمن: ۳۵)

اسی طرح اللہ ہر متکبّر اور سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

تکبّر و نخوت کی وجہ سے دنیا میں ظلم و استحصال ہوتا ہے اور کمزور انسانوں کو غلام بنا لیا جاتا ہے۔

اس صفتِ بد سے انسان کو بچانے کے لئے نماز ایک تربیت گاہ ہے جہاں انسان دن میں کئی مرتبہ اپنے سے عظیم تر او رطاقتور ہستی کے سامنے جھک جاتا اور سر بسجود ہو جاتا ہے۔ اپنی کبریائی کے قید و بند میں محبوس

انسان نماز کے ذریعہ آزاد ہو کر اس طاقت پر بھروسہ کرتا ہے جو تمام طاقتوں کا سرچشمہ ہے۔ نماز درسِ آزادی ہے۔

نماز کیفیت اور اذکار پر مشتمل ہے، اور اذکار و افعال کے مجموعہ کا نام نماز ہے۔

رکعت، رکوع سے ماخوذ ہے کیونکہ ہر رکعت میں ایک رکوع ہوتا ہے۔ نماز کے افعال، قیام، رکوع و سجود وغیرہ، ان وضع کردہ قوانین کی طرح نہیں ہیں جو قدیماً حمورابی، رومانیوں اور یونانیوں نے بنائے تھے اور جدید دَور میں فرانس اور اٹلی وغیرہ نے بنائے ہیں جن میں موجودہ وقت کے معاشرے اور ماحول کے تقاضوں کو سامنے رکھا جاتا ہے اور دوسرے زمانے کے لئے یہ قوانین معطّل اور بے فائدہ ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا نماز کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس ترقی یافتہ ماحول میں جب ہم دن رات ورزش کے ہر اصول کی پابندی کرتے ہیں تو نماز کے قیام و رکوع کی کیا ضرورت ہے۔ یہ قدیم انسانوں کے لئے مناسب تھا آج کے انسان کے لئے نماز میں رکوع و سجود نہ ہوں تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

ایسے لوگ روح اور بدن کو ایک دوسرے سے الگ کرتے ہیں اور نماز کو صرف روح ہی میں منحصر کرتے ہیں اور جسم کے لئے کوئی حصّہ نہیں دیتے۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ نماز ایک روحانی ضرورت ہے جسمانی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ انسان جسم و جان دونوں سے مرکب ہے ان دونوں میں سے ہر ایک، دوسرے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ چنانچہ روح جسم پر جسم روح پر

اثر انداز ہوتا ہے اور ان دونوں کے امتزاج کا نام انسان ہے۔ انسان صرف روح کا نام نہیں ہے اور نہ ہی صرف جسم کا نام ہے۔

چنانچہ اسلام نے روح کی رہبانیت اور جسم کی مادیت دونوں کو ممنوع قرار دیا ہے۔ اسلامی احکام نہ صرف جسمانی تقاضوں کے لئے ہیں اور صرف مذہبی و روحانی تقاضوں کے مطابق۔ بلکہ اسلامی احکام (جسم و روح) دونوں پر عائد ہوتے ہیں۔

چنانچہ نماز جسم وجان دونوں پر فرض ہے۔ پاک ہونا، وضو کرنا، رکوع وسجود میں جانا، قیام وقعود کا بجالانا جسمانی فرائض ہیں۔ خلوصِ دل کے ساتھ نیّت کرنا۔ خشوع وخضوع کرنا حضورِ قلب وغیرہ روحانی فرائض ہیں۔ ان دونوں یعنی جسم وروح میں ربط یوں ہے کہ جب روحِ انسان میں خلوص اور خشوع پیدا ہوتا ہے تو اس کا اثر جسم میں ظاہر ہوتا ہے اور جسم جھک جاتا ہے اور سجدے میں چلا جاتا ہے۔

نیّتِ نماز:

نماز میں قربۃً الی اللہ یعنی اللہ کی قربت حاصل کرنے کی نیّت ہونا ضروری ہے۔ اس میں رضائے الٰہی کے علاوہ کوئی اور غرض شامل نہیں ہونا چاہیئے، اگر کوئی دکھاوے یا شہرت کے لئے نماز پڑھتا ہے تو حدیث کے مطابق روزِ قیامت اس سے کہا جائے گا کہ جس کے لئے تو نے نماز پڑھی اسی سے اس کا ثواب مانگ۔

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے :

ما عبدتك خوفاً من نارك ولا طمعاً فی جنتك بل وجدتك اهلاً للعبادة فعبدتك.

میں نے تیری عبادت تیری آتش کے خوف کی وجہ سے یا تیری جنّت کی طمع میں نہیں کی بلکہ تجھے لائق عبادت پایا تو تیری عبادت کی۔

سیّد الشہداؑ فرماتے ہیں :

"اگر کوئی جنت کی طمع میں عبادت کرتا ہے تو یہ تاجروں کی عبادت ہے اور اگر کوئی جہنم کے خوف کی وجہ سے عبادت کرتا ہے تو یہ غلاموں کی عبادت ہے اور اگر اللہ کو لائق عبادت سمجھ کر اسکی عبادت کرتا ہے تو یہ آزادوں کی عبادت ہے۔"

تکبیرۃ الاحرام

امام صادقؑ فرماتے ہیں :

اذا کبرت فاستصغر ما بین العلی والثریٰ دون کبریائه (اسرار الصلوٰۃ، ص ۶۹)

جب تو تکبیر کہدے تو جو آسمان و زمین کے درمیان ہے سب کو اللہ کی بزرگی کے سامنے حقیر سمجھ۔

اللہُ اَکْبَرُ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہر اس چیز سے بڑا

ہے جس کا زبان سے وصف ہوسکتا ہے اور ہر اس چیز سے عظیم ہے جس کو انسانی حواس درک کرسکتے ہیں ۔

نماز میں داخل ہوتے ہوئے اللہ کی بزرگی اور اس کی حکمرانی کو دل میں جاگزیں کرنے کے لئے اور ایک عظیم طاقت پر بھروسہ کرکے سکون و طاقت حاصل کرنے کے لئے کس قدر مناسب لفظ ہے

اَللّٰہُ اَکْبَرُ

نماز میں داخل ہونے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ نمازی کو یہ احساس ہو کہ وہ کس کے سامنے کھڑا ہے، اس مقصد کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کس قدر مناسب لفظ ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

بارگاہِ الٰہی میں حاضری دیتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ نمازی کا ذہن دوسرے خیالات سے فارغ ہو اور اللہ کے سامنے اپنے آپ کو حقیر سمجھے اس مقصد کے لئے کس قدر موزوں ہے لفظ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ

تکبیرۃ الاحرام سے قبل چھ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا مستحب ہے۔

رکوع میں جاتے ہوئے اَللّٰہُ اَکْبَرُ

سجدے میں جاتے ہوئے اَللّٰہُ اَکْبَرُ

سجدے سے سر اٹھانے کے بعد اَللّٰہُ اَکْبَرُ

کہنے میں رمز یہ ہے کہ اللہ کی کبریائی کے سامنے یہ رکوع یہ سجود اس کا حق ادا نہیں کرسکتا "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" اللہ اس سے بزرگ و بالاتر ہے کہ اس

حقیر عبادت سے اس کا حق ادا ہو سکے.

پھر اللّٰہُ اَکْبَرُ کے وسعتِ معنی کو دیکھئے.

اذان میں	اَللّٰہُ اَکْبَرُ
خوف کی حالت میں	اَللّٰہُ اَکْبَرُ
خوشی کے وقت بھی	اَللّٰہُ اَکْبَرُ
مظاہروں میں	اَللّٰہُ اَکْبَرُ
معرکۂ جنگ میں	اَللّٰہُ اَکْبَرُ
مقام تعجب میں	اَللّٰہُ اَکْبَرُ
تسبیح میں بھی	اَللّٰہُ اَکْبَرُ
نماز کے افتتاح میں بھی	اَللّٰہُ اَکْبَرُ
نماز کے اختتام میں بھی	اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ

مسلمانوں کا شعار ہے.

حدیث کے مطابق

اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اس اُمّت کے لئے مخصوص خطیّہ ہے.

حدیث نبویؐ: لکل شئٍ وجہ و وجہ دینکم الصّلوٰۃ فلا یشینن احدکم وجہ دینہ و لکل شئٍ انف و انف الصلوٰۃ التکبیر.

ہر شئ کا ایک چہرہ ہوا کرتا ہے، تمہارے دین کا چہرہ نماز ہے
تم اپنے دین کے چہرے کو داغدار نہ بناؤ، اور ہر چہرے کے لئے
ناک ہوا کرتی ہے اور نماز کی ناک تکبیر ہے۔

(الوسائل)

قرائت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مدد لیتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے۔
بسم اللہ ... تمام سورہائے قرآن کا افتتاحی جملہ ہے۔
نماز کا افتتاحی جملہ ہے
اور مسلمان کے لئے ہر کام کا افتتاحی جملہ ہے۔

سورۃ فاتحہ : یہ سورہ درج ذیل مواد پر مشتمل ہے:

توحید : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ: تمام حمد و ستائش اللہ کے لئے مخصوص ہے۔
بندہ جب یہ کہتا ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے مخصوص ہیں تو اس کا مطلب
یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی بذات خود قابل حمد و ستائش نہیں ہے اور اگر کوئی

حمد و ستائش کے قابلِ نظر آتا ہے تو در اصل یہ بھی اللہ کی طرف سے ہے کہ اس نے اسے قابلِ حمد و ستائش بنایا ہے اور یہ اس کے فیض کا نتیجہ ہے۔

اس جملہ سے نمازی کو یہ تربیت ملتی ہے کہ انسان خواہ کتنا بلند مرتبہ اوصاف کا مالک بنے اسے غرور و تکبر نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ان اوصافِ حمیدہ کو عنایتِ الٰہی سمجھ کر اس کے سامنے خضوع و خشوع کرنا چاہیئے۔

صفات: اس سورے میں اللہ تعالیٰ کے تین اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ عالمین کا پالنے والا ، یعنی عالمین کا تربیت دینے والا۔ لفظ رَبّ سے نمازی کو اشارہ ملتا ہے کہ انسان بے سرپرست اور بے لگام موجود نہیں ہے بلکہ کمالِ درجات کو پہنچنے کے لئے آیا ہے، اس مقصد کے لئے اس کا ایک عظیم مربی ہے، اور انسان اس کی تربیت میں کمال و ترقی کے منازل طے کر رہا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰی رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ ۚ

الانشقاق : ۶

اے انسان تو اپنے پروردگار کی حضوری کی کوشش کرتا ہے، تو تو اس کے سامنے حاضر ہوگا۔

اس بندۂ ناچیز کا مربی اتنا عظیم ہے جس کی کائنات میں کوئی نظیر نہیں، مربی کی عظمت بتاتی ہے کہ تربیت کا مقصد ہی عظیم ہے۔ چند روزہ مقصد نہیں بلکہ ابدی ہے۔

چنانچہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں :

خلقتم للبقاء لا للفناء تم ہمیشہ رہنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو نہ فنا کے لئے۔

چونکہ عبد اپنے خالق کی تربیت کی سب سے زیادہ احتیاج رکھتا ہے، اسی لئے یہاں خالق العالمین، رازق العالمین نہیں ربّ العالمین کہا اور یہی وجہ ہے کہ انبیاء جب بھی اللہ کو اپنی دعاؤں میں پکارتے ہیں تو لفظ ربّ کے ساتھ پکارتے ہیں۔ رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ ... رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً ... رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا ... وغیرہ۔

اَلْعٰلَمِیْنَ : لفظ ربّ کی "عالمین" کی طرف اضافت کرنے سے اللہ کی عظمت کا اظہار اور بندے کے کائناتی تصور کی تربیت ہو جاتی ہے، وہ کرۂ ارض کی محدودیت سے نکل کر اپنے آپ کو عالمین کے ساتھ مربوط سمجھتا ہے اور اس کا احساسِ خودی بڑھ جاتا ہے کہ وہ صرف ایک نہیں بلکہ متعدد کائناتوں کے ساتھ مربوط ہے اور کائنات کے عظیم قافلہ میں شامل ہے۔

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ : رحمٰن یعنی دنیا میں مسلمانوں اور کافروں، دونوں پر رحم کرنے والا۔ رحیم یعنی آخرت میں صرف مؤمنین پر رحم کرنے والا۔

وہ دنیا میں تمام ذی رُوح کو برابر نعمت فراہم کرتا ہے اور یہاں اس نے ایسے قوانین بنائے ہیں جو سب کے لئے یکساں ہیں۔ خاک میں دانہ کافر ڈالیں یا مسلمان، دونوں صورتوں میں یہ دانہ اُگتا ہے اور فصل دیتا ہے، دنیا میں پانی، مٹی،

ہوا اور دھوپ سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے لہٰذا دنیا میں اس کی رحمت عام ہے۔

قیامت کے روز اس کی رحمت مؤمنوں کے ساتھ خاص ہے کہ اگر ان سے گناہ سرزد ہوئے ہیں تو وہ بخش دے گا اور رحم فرمائے گا۔

کلام الٰہی کے افتتاحیہ "بسم اللہ..." یعنی قرآن کے افتتاح میں سورہ فاتحہ میں بھی اللہ کے بے شمار اوصاف ہیں خصوصی طور پر رحمٰن و رحیم کا ذکر اس بات پر دال ہے کہ اللہ سب سے پہلے رحمٰن و رحیم ہے اور اس کے بعد قہّار و جبّار ہے۔ چنانچہ خود ارشاد الٰہی ہے:

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (الاعراف: ۱۵۶)

یعنی میری رحمت ہر چیز کو شامل کرتی ہے۔

معصومینؑ کی دعاؤں میں بھی اکثر یہ جملہ ملتا ہے:

یا من سبقت رحمتہ غضبہ

اے وہ ذات جس کے غضب سے پہلے رحمت ہے۔

معاد:

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ روز جزا کا مالک۔

تصوّرِ معاد انسان کو با مقصد بناتا ہے اور اعلیٰ مقاصد تک پہنچنے کی ہمت دیتا ہے کیونکہ اچھی عاقبت کا ہر شخص خواہاں ہوتا ہے، خواہ وہ منکرِ خدا ہو یا الٰہی انسان ہو۔ ان میں فرق صرف یہ ہے کہ مادی انسان اپنی عاقبت صرف انہیں چند دنوں کو سمجھتا ہے اور انہی چند دنوں کے لئے کام کرتا ہے اور الٰہی

انسان اپنے آپ کو غیر فانی اور ابدی سمجھتا ہے اور ایک نہ ختم ہونے والی زندگی یعنی آخرت کی زندگی کے لئے کام کرتا ہے ۔ البتہ اس میں فرق ضرور ہے کہ مادی انسان ایک محدود زندگی کا قائل ہے لہٰذا اس کا مقصد اور مستقبل بھی محدود اور اس کی منزل کوتاہ ہوتی ہے ۔

مادی انسان فطرت کے ہاتھوں ایک کھلونا ہے ۔ فطرت اس انسان کے ساتھ کھیلتے ہوئے اسے مریض بنا دیتی ہے ۔ پریشانیوں سے دوچار کرتی ہے ، دکھ ، درد دیتی ہے اور اس کا کوئی جواب ، کوئی توجیہ مادی انسان کے پاس نہیں ہے ۔

جب کہ الٰہی انسان اپنی زندگی اور اس کے مقاصد کو چند روز تک محدود نہیں سمجھتا ۔ اسکی نگاہ وسیع ، اس کا مقصد عظیم اس کی منزل اعلیٰ اور اس کا مستقبل لامحدود ہے ۔ الٰہی انسان ایک پرامید زندگی گزارتا ہے ۔ وہ اس زندگی کے اعلیٰ مقصد کو سمجھتا ہے ، وہ اس زندگی سے تنگ نہیں آتا ، کیونکہ یہ "زندگی آخرت کیلئے کھیتی ہے" ، وہ مرنے سے بھی خائف نہیں ہوتا کیونکہ مرنے کے بعد اس کی ابدی زندگی شروع ہونے والی ہے اسلئے مؤمن تا دم مرگ ہشاش ، فعال اور متحرک رہتا ہے نیز اس دنیا میں جو ظلم و ستم ہو رہا ہے ، اخلاقی فسادات پھیل رہے ہیں ، جرائم میں روز افزوں ہے ، کمزور اور محروم لوگوں کا استحصال ہو رہا ہے غرض جو کچھ اس دنیائے ظلم و جور میں ہو رہا ہے ، ان تمام جرائم کو وقوع پذیر ہونے کا موقع مل رہا ہے تو صرف یوم حساب اور یوم جزا سے غفلت کی وجہ سے ۔

یہ تھا سورۃ فاتحہ کا وہ حصہ جو اللہ کے ساتھ مربوط ہے ۔

دوسرا حصہ جو عبد کے ساتھ مربوط ہے یہ ہے :

اِيَّاكَ نَعْبُدُ : ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں۔

یہ ایک عہد ہے جو نمازی اللہ کے ساتھ ہر نماز میں کرتا ہے اس عہد سے نمازی اپنے آپ کو غیر اللہ کی عبادت سے آزاد کرتا ہے، نتیجۃً نمازی غیر اللہ سے مرعوب ہونے، غیر اللہ کے سامنے جھکنے اور غیر اللہ کی اطاعت میں آنے سے کلیتہً آزاد ہو جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں صرف اللہ کی بندگی کا عہد کر کے بندوں کی بندگی سے آزاد ہو جاتا ہے۔

کچھ لوگ لاعلمی کی وجہ سے یا جان بوجھ کر غیر اللہ کی عبادت میں مبتلا ہو جاتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ عبادت تو نماز روزہ وغیرہ کا نام ہے، سو ہم نے کبھی غیر اللہ کے لئے نماز نہیں پڑھی، غیر اللہ کے لئے روزہ نہیں رکھا، پس ہم غیر اللہ کی پرستش نہیں کرتے ہیں۔

حالانکہ عبادت کا وسیع مفہوم یہ ہے کہ کسی کے حکم کی تعمیل کرنا۔ اگر اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں تو یہ عبادتِ خدا ہے۔ اور اگر حکم خدا کے خلاف کسی اور کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں تو یہ اس کی عبادت ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (توبہ: ۳۱)

ان لوگوں نے اپنے علماء اور رہبانوں کو اللہ کی جگہ اپنا رب بنایا ہے۔

کیونکہ یہ لوگ اس کے احکام کے خلاف اپنے پادریوں کے احکام

کی پیروی کرتے تھے۔

نیز ارشاد الٰہی ہے:

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى (زمر: ۱۷)

جو لوگ طاغوت کی عبادت سے پرہیز کر کے اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کو بشارت ہو۔

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

ومن اطاع جباراً فقد عبده۔

جو کسی جابر کی اطاعت کرے اس نے اس کی عبادت کی ہے۔ (تفسیر نور الثقلین)

لہٰذا اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے تحت مؤمن اللہ کے ساتھ یوں معاہدہ کرتا ہے۔

ہم طاغوت کی نہیں	اِيَّاكَ نَعْبُدُ	صرف تیری عبادت کرتے ہیں
زر کی نہیں	اِيَّاكَ نَعْبُدُ	صرف تیری عبادت کرتے ہیں
مفاد کی نہیں	اِيَّاكَ نَعْبُدُ	صرف تیری عبادت کرتے ہیں
بندوں کی نہیں	اِيَّاكَ نَعْبُدُ	صرف تیری عبادت کرتے ہیں

وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ: ہم صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

اس فقرے میں نمازی کائنات میں صرف اللہ کو طاقت کا سرچشمہ سمجھتا ہے، اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ کائنات پر صرف ایک ہی

طاقت کی حکمرانی ہے، اسی ایمان کی وجہ سے تو نمازی کہتا ہے کہ میں صرف تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔ تیرے دشمنوں سے نہیں، جعلی خداؤں سے نہیں، طاغوتوں سے نہیں، صرف تجھ سے مدد مانگتا ہوں۔ یہاں غیر اللہ سے مدد مانگنے کی جو نفی کی گئی ہے وہ اللہ کے مقابلے میں جو طاقتیں آتی ہیں ان سے مدد مانگنے کی نفی ہے، جیسا کہ آج کل ہمارے حکمران مشرق و مغرب (جو دشمنانِ خدا ہیں) سے مدد مانگتے ہیں اور ان سے لو لگائے ہوئے ہیں ورنہ اولیاء اللہ سے مدد مانگنا عین اللہ سے مدد مانگنا ہے، کیونکہ ان سے اس لئے مدد مانگتے ہیں کہ یہ اللہ کی بارگاہ میں قربت رکھنے والے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا یعنی انہیں اللہ سے تقرب نہ ہوتا تو وہ بذاتِ خود قابلِ استمداد نہ تھے۔

جب مدد صرف اللہ ہی سے مانگتا ہے تو سب سے اہم چیز کونسی ہونی چاہیئے جو اللہ سے مانگ لی جائے ظاہر ہے سب سے اہم ہدایت و رہنمائی ہے۔ اس لئے اس کے بعد نمازی کہتا ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ: تو ہم کو سیدھی راہ کی طرف ہدایت فرما۔

اگر ہدایت سے زیادہ اہم چیز یہاں ممکن ہوتی تو اس کا یہاں ضرور ذکر ہوتا، ہدایت کا خلقت کے ساتھ ساتھ ہونا ضروری ہے اگر ہدایت کا انتظام نہ ہوتا تو یہ کائنات خلق نہ ہوتی۔ اس لئے پہلے ہدایت کا انتظام فرمایا پھر انسان کو یہاں بھیجا۔

لولاك لما خلقت الافلاك

اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات کو خلق نہ کرتا.

اس سورہ میں تین طریقہ ہائے زندگی کا ذکر کیا ہے.

نمونۂ عمل:

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۥۙ اللہ کے نیک بندوں کا راستہ جن کو اللہ کی طرف سے نعمت عطا ہوئی ہے.

برائت:

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ. نہ ان لوگوں کا راستہ جن پر غضب ڈھایا گیا ہے نہ ان لوگوں کا راستہ جو گمراہ ہو گئے ہیں.

یہ ہیں وہ خطوط جن پر اسلامی نظریات کی بنیادیں استوار ہیں.

ان مختلف طریقہ ہائے زندگی میں سے جو سعادتِ ابدی کا راستہ ہے اس کو اختیار کرنے کے لئے نمونۂ عمل کا بھی ذکر سورۂ حمد میں ملتا ہے.

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ "ان ہستیوں کا راستہ جن پر تونے انعام کیا ہے" اس جملے سے نمازی کا ذہن ایسی ہستیوں کی طرف ضرور جاتا ہے جن پر اللہ کا انعام ہوا ہے اور ان کو دنیائے انسانیت کے لئے نمونہ عمل قرار دیا ہے.

قرآن خود ہمیں بتاتا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے.

ارشاد ہوتا ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ (النساء: ٦٩)

جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی تو ایسے لوگ ان بندوں کے ساتھ ہوں گے جنہیں خدا نے اپنی نعمتیں دی ہیں یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین یہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہیں۔

بطور خلاصہ سورۂ حمد میں درج ذیل مواد قابل توجہ ہے۔

نامِ خدا : بِسْمِ اللّٰهِ جو طاقت کا سرچشمہ ہے۔

رحمانیت خدا: اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

توحید : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

تربیت : رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رحمانیت خدا : اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اللہ کی رحمانیت کا تکرار قابل توجہ ہے۔

معاد : مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔

عہد : اِيَّاكَ نَعْبُدُ

استمداد : وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

ہدایت : اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

نمونۂ عمل : صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

برائت : غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

دوسرے اعتبار سے سورۂ حمد کو دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے، ایک حصّہ اللہ کے لئے اور ایک حصّہ بندوں کے لئے۔

اللہ کا حصّہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ

بندوں کا حصّہ

اِیَّاکَ نَعْبُدُ
وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ
وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

رسولِ خداؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قسمت الفاتحہ بینی و بین عبد نصفین فنصفہا لی و نصفھا لعبدی

میں نے سورۂ فاتحہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے آدھا اپنے لئے اور آدھا اپنے بندے کے لئے۔

سورۂ فاتحہ سے جو انسان ساز دستور سامنے آتا ہے وہ درج ذیل مواد پر مشتمل ہے:

تربیت : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

عبادت : اِيَّاكَ نَعْبُدُ

اعانت : وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

ہدایت : اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

برائت : غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ.

رکوع

رکوع اور سجود نماز کے دو اہم ترین اجزاء ہیں اور یہ دونوں ارکانِ نماز میں سے ہیں اور قرآن نے بعض جگہ پوری نماز کو رکوع کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ. (بقرۃ: ۴۳)

رکوع کرنے والوں (نمازگزاروں) کے ساتھ رکوع کرو۔

نیز ارشادِ الٰہی ہے:

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ.

(بقرۃ: ۱۲۵)

اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل سے عہد لیا کہ وہ میرے گھر کو صاف

رکھیں، طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے واسطے۔

اللہ کے سامنے رکوع کرتے ہوئے نمازی یہ ذکر پڑھتا ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ

پاک و منزہ ہے میرا رب اس کی حمد و ستائش کے ساتھ میں اس کی حمد کرتا ہوں۔

جب انسان نہایت خضوع سے اللہ کے سامنے سر خم کرتا ہے یہ فعل اس ذات کی عظمت کی طرف عملی اشارہ ہے۔ اس مطلب کو لفظوں میں ادا کرنے کے لئے لفظ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کا انتخاب قول و عمل میں اتحاد کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے۔

سجدہ

سجدے میں نمازی یہ ذکر پڑھتا ہے:

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى وَبِحَمْدِهٖ

پاک و منزہ ہے میرا رب اعلیٰ اور میں اسکی حمد کرتا ہوں۔

جب انسان اپنے بزرگ و برتر کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے تو انسان زمین کے ساتھ ہموار ہو کر اپنی پستی اور اپنے خالق کی بلندی کی طرف عملی اشارہ کرتا ہے، اس مطلب کو لفظوں میں ادا کرنے کے لئے رَبِّيَ الْاَعْلٰى قول و فعل میں یگانگت کا ایک عظیم مظاہرہ ہے۔

چونکہ حالت سجدہ میں انسان مقام عبدیت کے انتہائی مرتبہ پر فائز ہوتا ہے اور پوری دنیا سے بے نیاز ہوکر اپنے خالق کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے.

اسی لئے حدیث میں آیا ہے :

اقرب ما یکون العبد الی اللہ و ھو ساجد.

(بحار الانوار)

بندہ اللہ سے سب سے زیادہ سجدہ میں قریب تر ہوتا ہے.

سجدہ خاک پر ہونا چاہیئے کیونکہ انسان اسی خاک سے ہے اور دوبارہ اسی میں جانا ہے اور ایک مرتبہ پھر اسی خاک سے اٹھایا جائے گا.

نیز ضروری ہے کہ سجدہ گاہ ، لباس، کھانے کی چیزوں اور معدنیات میں سے نہ ہو. معصوم نے اس کی علت یوں بیان فرمائی ہے کہ چونکہ لباس، کھانے کی چیزیں اور معدنیات مال شمار ہوتے ہیں اور سجدہ چونکہ صرف اللہ کے لئے مخصوص ہے اس لئے کسی مال پر سجدہ نہیں ہو سکتا.

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں :

"ما خسر واللہ من اتی بحقیقۃ السجود ولو کان فی العمر مرۃ وما افلح من خلا بربہ فی ذٰلک الحال شبیھًا بخادع نفسہ غافلا لاھیا عما اعدّ اللہ للساجدین من انس العاجل و راحۃ الآجل ولا بعد عن اللہ ابداً من احسن تقربہ فی السجود ولا قرب الیہ ابداً من اساء ادبہ وضیع حرمتہ

بتعلق قلبہ بسواہ فی حال سجودہ"۔

یعنی، قسم بخدا وہ شخص خسارے میں نہیں ہے جو حقیقی معنوں میں سجدہ بجالایا ہو خواہ اپنی عمر میں ایک مرتبہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور فلاح نہیں پائے گا وہ شخص جو اپنے رب کے ساتھ تخلیہ میں جاتا ہے اور پھر اس شخص کے مانند ہو جاتا ہے جو اپنے آپ کو دھوکہ دیتا ہے اور جو کچھ اللہ نے سجدہ کرنے والوں کے لئے آمادہ رکھا ہے اس سے بے خبر رہتا ہے۔ (مثلاً سجدہ کرنے سے) دنیا میں انس اور آخرت میں راحت ملتی ہے اور اللہ کی درگاہ سے دُور نہ ہوگا وہ شخص جو حالت سجدہ میں اللہ سے تقرب حاصل کرتا ہے اور قربت حاصل نہیں کر سکے گا وہ شخص جو حالت سجدہ میں بے ادبی کرتا ہے اور حالت سجدہ میں بھی غیراللہ سے تعلق جوڑ کر حرمت سجدہ کو ضائع کرتا ہے۔

تشہد

دو رکعتی نماز میں ایک مرتبہ اور دو سے زیادہ رکعتوں پر مشتمل نماز میں دو مرتبہ تشہد پڑھا جاتا ہے اور تشہد یہ ہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے عبد اور رسولؐ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

اے اللہ رحمت بھیج محمدؐ و آلِ محمدؐ پر۔

نماز میں دو رکعت ختم کرنے کے بعد ایک مرتبہ اللہ کی وحدانیت کی گواہی دی جاتی ہے اور اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بھی گواہی دی جاتی ہے تاکہ انسان عبادت کی حالت میں اس امر کی طرف متوجہ رہے کہ توحید اور عبادت محمدؐ کی وساطت سے اور ان کے طفیل سے ہم تک پہنچی اور اگر حفظ اور تبلیغ دین و شریعت کا سلسلہ یہاں پر ختم ہوتا تو تشہد کو بھی ختم ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن حفظ و تبلیغ توحید کا سلسلہ بعد از رسولؐ بھی جاری و ساری ہے لہذا ان حافظانِ دین و شریعت کا ذکر بھی ضروری تھا۔ چنانچہ درود کے ضمن میں آل محمدؐ کا ذکر بھی جزو تشہد قرار دیا گیا۔

توحید و رسالت کے بعد آل محمدؐ کا ذکر نماز میں آنا اس بات کی نمازی کرتا ہے کہ اصولِ دین میں توحید و نبوت کے ساتھ امامت بھی شامل ہے۔

گواہی

تشہد میں گواہی دینے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کائنات کو محضر خدا اور ایک عدالت گاہ سمجھتا ہے، اس محضر اور عدالت کے سامنے اور اپنے ضمیر

کے سامنے مسلمان نماز میں متعدد بار گواہی دیتا ہے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے عبد اور رسول ہیں۔

محمدؐ کی عبدیت پر گواہی ان کی رسالت کی گواہی سے پہلے دی جاتی ہے تاکہ مسلمان یہود و نصاریٰ کی طرح غلو میں مبتلا ہو کر گمراہ نہ ہو جائیں۔ نیز اس بات کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ مسلمان عبدیت کے راستے سے گزر کر رسالت کے مقام پر فائز ہو سکتا ہے۔

درود بر آلِ محمدؐ

صحیح بخاری میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میری کعب بن عجرہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا: کیا میں تمہارے لئے ایک ایسا ہدیہ پیش نہ کروں جسے میں نے رسول اللہؐ سے اخذ کیا ہے۔

میں نے کہا: جی ہاں پیش کیجئے۔

انہوں نے کہا: ہم نے رسولؐ اللہ سے سوال کیا یا رسولؐ اللہ ہم اہلِ بیت پر درود کس طرح بھیجیں؟ کیونکہ اللہ نے ہمیں سلام کرنے کا طریقہ تو بتلا دیا ہے۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

قولوا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

علامہ کحلانی اپنی کتاب "سبیل السلام فی شرح بلوغ المرام للعسقلانی" ۱۹۳/۱ میں لکھتے ہیں:

"حدیث صلوات، شیخین (مسلم اور بخاری) نے کعب بن عجرہ سے، انہوں نے ابی حمید ساعدی سے
اور بخاری نے ابی سعید سے
نسائیؒ نے طلحہ سے
طبرانی نے سہل بن سعد سے
احمد اور نسائیؒ نے زید بن حارثہ سے نقل کی ہے، اور یہ حدیث دلیل ہے کہ حضور پر درود بھیجنا نماز میں واجب ہے کیونکہ لفظ قولوا (کہدو) بظاہر وجوب پر دلالت کرتا ہے، چنانچہ علمائے سلف کی ایک جماعت اور ائمہ اور امام شافعی اور اسحاق بھی وجوب کے قائل ہیں" اور ان کی دلیل یہی حدیث ہے جس میں لفظ آل موجود ہے لہذا آل پر بھی درود بھیجنا واجب ہے، چنانچہ ہادی، قاسم اور احمد بن حنبل بھی اسی بات کے قائل ہیں اور جو اس حدیث کی رو سے حضور پر درود بھیجنے کو واجب سمجھتا ہے اسے چاہیئے کہ آل پر درود بھیجنے کو بھی واجب سمجھے کیونکہ دونوں کا حکم ایک ہی جملہ میں ہے، اور نووی وغیرہ کا یہ دعویٰ کہ آل پر درود بھیجنا مستحب ہونے پر اجماع ہے مسلّم نہیں ہے کیونکہ ہمارا نظریہ یہ ہے کہ جب تک آل پر درود نہ بھیجا جائے حضورؐ پر درود مکمل نہ ہوگا۔ ہم کو درود

انہیں الفاظ میں بھیجنا چاہیئے جس کا حضورؐ نے حکم دیا ہے اور حضورؐ کے حکم میں لفظ آل موجود ہے، کیونکہ سائل نے حضورؐ سے یہ سوال کیا تھا کہ ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں ؟ تو حضورؐ نے فرمایا: مجھ پر اور میری آل پر درود بھیج۔ پس جو آل پر درود نہیں بھیجتا اس نے درود کو اس کیفیت کے ساتھ نہیں بھیجا جس کا حضورؐ نے حکم دیا تھا، اور لازماً اس نے حضور کے حکم کی تعمیل نہیں کی اور اس نے درود ہی نہیں بھیجا . . . . یہاں سے بخوبی ہم سمجھ سکتے ہیں کہ بعض حدیث کی کتابوں میں درود میں سے لفظ آل کا حذف کرنا درست نہیں ہے۔ شاید شروع میں لوگوں نے بنی امیہ کے خوف کی وجہ سے حذف کیا ہو اور بعد میں حذف ہوتا رہا۔

تسبیحات اربعہ

تیسری اور چوتھی رکعت میں نمازی کو اختیار ہے کہ وہ سورۂ حمد پڑھ لے یا اس کی جگہ تسبیحات اربعہ کو ایک مرتبہ پڑھے اور تین مرتبہ پڑھنا مطابق احتیاط اور افضل ہے*

تسبیحات اربعہ یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰہِ : پاک و منزہ ہے اللہ۔

---

* تحریر الوسیلہ، امام خمینی ۱/۱۶۸۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ : اور تمام حمد اللہ کے لئے مخصوص ہیں۔

وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ : اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

وَاللّٰہُ اَکْبَرُ : اور اللہ ہر چیز سے بزرگتر ہے۔

یہ تسبیحات چار اہم باتوں پر مشتمل ہیں :

تنزیہ

حمد

توحید

تکبیر

نماز کے اثرات ذہن اور روح تک ہی محدود نہیں بلکہ نماز کے اثرات عینیت میں بھی ہیں اور ذہن سے خارج ، فرد اور معاشرے پر بھی ہیں، اس وجہ سے بعض جملوں کی نماز میں تکرار ہوتی ہے تاکہ انسان پر ان جملوں کا اثر گہرا ہو۔ چنانچہ توحید کے اثرات یہ ہیں کہ غیر اللہ کی ہر قسم کی عبادت کی نفی ہوتی ہے اور ایسا انسان اپنے استقلال، اپنی طاقت اور عزت و مقام کی حفاظت کرتا ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ یعنی پاک و منزہ ہے اللہ تمام نقائص و عیوب سے۔

اس جملے سے نمازی کو احساس ہوتا ہے کہ وہ کس ذات کے سامنے کھڑا ہے، اور کس ہستی کی عبادت کر رہا ہے ـــــ کمال الٰہی کا ادراک انسان کو کمال دیتا ہے ـــــ جمالِ احدیت کا احساس انسان کو مقام دیتا ہے ـــ ایسا کامل الادراک انسان، کسی عظمت و جمال کے سامنے سر خم کرتا ہے۔

کسی عظیم کی عظمت کو تسلیم کرنے سے انسان کو عظمت ملتی ہے ـــــ
کسی جمال کی جمالیت کا ادراک کرنے سے انسان کے ذوق کا ثبوت ملتا ہے۔
ـــــ کسی کمال کی کمالیت کو قبول کرنا خود انسانی شرافت کی دلیل ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ عبادت انسان میں احساس حقارت پیدا کرتی ہے اور عبادت سے انسان کی ہستی پر کاری ضرب لگتی ہے، جیسا کہ کچھ ذوق عبادت سے محروم لوگوں کا کہنا ہے۔

بلکہ ایسی ذات کی عبادت کرنا جو جمال ہی جمال ہے وہاں نقائص و عیوب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انسان کے انسان ہونے کی دلیل ہے اور ایسی ذات کے سامنے جھکنا جو کمال ہی کمال ہے، خود انسان کے اندر کمال موجود ہونے کی علامت ہے۔ (انما یعرف ذوالفضل من الناس ذووہ۔ صاحبِ فضل کو فضیلت رکھنے والا ہی پہچان سکتا ہے)۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ : تمام حمد و ثنا صرف اللہ کے لئے مخصوص ہیں

کوئی غرور و تکبر نہیں کر سکتا کہ میں قابل ستائش ہوں، جب اسے معلوم ہے کہ اصل ستائش کا سرچشمہ ذاتِ الٰہی ہے اور اس کے پاس جو حمد و ثنا ہے وہ عطیہ الٰہی ہے۔

وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ : اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے سوا کسی کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا جا سکتا۔

وَاللّٰہُ اَکْبَرُ : اللہ ہر چیز سے بزرگتر ہے۔ ایک مرتبہ پھر اللہ کی کبریائی کا اقرار ہے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں :

"کچھ یہودیوں نے حضرت رسولِ خدا سے سوال کیا کہ کون سے کلمات تھے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے خانۂ کعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت ابراہیمؑ کے لئے انتخاب فرمایا؟

آپؐ نے فرمایا : وہ کلمات یہ تھے.

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ"

(وسائل الشیعہ)

ابوضحاک کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ سے لے کر مرو تک حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ سفر کیا تو آپؑ آخری دو رکعتوں میں تسبیحاتِ اربعہ تین مرتبہ پڑھا کرتے تھے پھر رکوع میں جاتے. (وسائل الشیعہ)

سلام

غیر اسلامی سلام روایتی انداز کے ہوتے ہیں جبکہ اسلامی سلام کیلئے خاص احکام مقرر ہیں اور اسلام سلام کو نہایت اہمیت دیتا ہے اور اسلام کا دستورِ سلام یہ ہے.

وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَا اَوْ رُدُّوْھَا

(النسا : ۸۶)

اور اگر تمہیں کوئی شخص سلام کرے تو تم جواب میں اس سے بہتر سلام کرو یا وہی لفظ جواب میں کہہ دو.

لہذا سلام کا جواب یا تو بہتر طریقہ سے ہو یا سلام کے لفظوں میں جواب دیا جائے۔ چنانچہ سلام کا جواب دینا واجب ہے، صرف سلام کا جواب ہی واجب نہیں بلکہ جواب کا سلام سے کمتر نہ ہونا بھی ضروری ہے۔

سلام کے اسلامی الفاظ یہ ہیں:

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ

وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ

اسلامی سلام تمام اوقات کے لئے یکساں ہے، جبکہ دوسرے غیر اسلامی سلاموں میں خاص وقت کا خیال رکھا جاتا ہے صبح بخیر، شب بخیر وغیرہ۔

دوسرے مراسم سلام کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ میری نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں کہ آپ کی رات اچھی گزرے، جبکہ اسلام کا سلام یہ کہتا ہے اللہ تجھے امن و سلامتی میں رکھے کیونکہ امن و سلامتی اللہ کے ہاتھ میں ہے اس لئے اسلام بندوں کی تمناؤں کو نہیں منشائے الٰہی کو دخل دیتا ہے۔

اسلام سلام کو اس قدر اہمیت دیتا ہے کہ اسے جزو نماز بنا دیا اور اختتام نماز سلام سے ہوتا ہے۔

رسول کریمؐ نے فرمایا:

افتتاح الصلوٰۃ الوضوء وتحریمها التکبیر وتحلیلها السلامؐ

نماز کا افتتاح وضوء ہے اور نماز میں تکبیر سے داخل ہو جاتا ہے اور سلام سے فارغ ہوتا ہے۔

تشہد کے بعد سلام پھیرنا واجب ہے، اور اس کے تین جملے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ

یہ تشہد کے بعد مستحب ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلیٰ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اس کے ساتھ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ کا اضافہ مستحب ہے۔

اخیر کے دونوں جملوں میں سے ایک واجب ہے۔ ان میں سے پہلا جملہ کہنے کی صورت میں دوسرا جملہ مستحب ہو جائے گا اور پہلا جملہ نہ کہنے کی صورت میں دوسرا جملہ واجب ہے۔

(تحریر الوسیلہ ۱/۱۸۱ - المسائل المنتخبہ ۹۹)

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ، تم پر سلام ہو۔ سے انبیاء، ملائکہ، ائمہ علیہم السلام، مسلم، جن و انس کو مراد لینا چاہیئے ورنہ خطاب کا کوئی مفہوم نہیں رہتا۔

(شرح لمعہ)

خشوع

نماز بظاہر اعضاء و جوارح سے بجا لائی جاتی ہے۔ قیام کیا جاتا ہے اور رکوع میں کمر خم ہو جاتی ہے، سجدے میں سر جھکتا ہے، لیکن نماز کو بہ حیثیت انسان بجالانا ہے اور انسان صرف ظاہری اعضاء و جوارح کا نام نہیں ہے، ان اعضاء سے کبھی غفلتاً بھی کئی امور صادر ہو سکتے ہیں، بلکہ ضروری ہے کہ ظاہری اعضاء کے ساتھ باطنی اعضاء بھی نماز پڑھیں، اگر نماز دونوں قسم کے اعضاء سے صادر ہو تو یہ نماز کامل ہے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ انسان کا دل بھی نماز پڑھے۔ یعنی حضورِ قلب کے ساتھ خشوع اور خضوع بھی ہونا چاہیئے۔

قرآن کہتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۔ (المؤمنون:۱-۲)

تحقیق وہ مؤمنین فلاح پاگئے جو نماز میں خشوع کرتے ہیں ۔

حضورؐ سے پوچھا گیا کہ خشوع کیا چیز ہے ؟ ۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا :

التواضع فی الصلوٰۃ وان یقبل العبد بقلبہ کلہ علی ربّہ

یعنی خشوع کا مطلب نماز میں تواضع کرنا ہے اور بندے کا اپنے پورے دل سے اپنے رب کی طرف متوجہ رہنا ہے ۔

رسول اللہ صلعم کا خشوع

کان النبی صلی اللہ علیہ والہٖ اذا قام الی الصلوٰۃ یربّد وجھہ خوفاً من اللہ ۔ (میزان الحکمۃ ۵/۳۸۱)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تو خوف خدا کی وجہ سے آپ کا چہرہ متغیر ہو جاتا ۔

نیز روایت میں ہے کہ :

جب رسول اللہ صلعم نماز کیلئے کھڑے ہوجاتے تو ایسا لگتا تھا کہ کوئی بے جان لباس لٹکا ہوا ہے ۔

حضرت علیؑ کا خشوع

جب نماز کا وقت آجاتا تو حضرت علیؑ کا رنگ متغیر ہوجاتا ، لوگ

پوچھتے تھے حضورؐ آپ کو کیا ہوا ہے؟ آپؑ فرماتے:

جاء وقت امانة عرضها اللّٰه تعالیٰ علی السمٰوٰت والارض و الجبال فابین ان یحملنها وحملها الانسان وانا فی ضعفی فلا ادری احسن اذا ما حملت ام لا۔

اس امانت کا وقت آگیا جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور انسان نے اسے قبول کیا۔ میں اپنی کمزوری میں نہیں جان سکتا کہ میں اس بار امانت کو ٹھیک طریقہ سے اٹھا سکتا ہوں کہ نہیں۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں:

"جب حضرت علی علیہ السلام نماز میں مشغول ہو جاتے تو ایک کھڑکی عمارت یا ستون کی طرح معلوم ہوتے تھے اور ہلتے نہیں تھے اور کبھی رکوع اور سجود کی حالت میں پرندے بیٹھ جاتے تھے اور کوئی شخص رسول اللہؐ کی طرح نماز نہیں پڑھ سکا سوائے علی بن ابیطالبؑ اور جناب سیدالساجدینؑ کے۔" (بحارالانوار)

نیز تاریخ میں یہ بات بھی ثبت ہے کہ ایک جنگ میں آپؑ کے جسم اطہر میں ایک تیر پیوست ہو گیا تھا جس کا نکالنا ممکن نہ تھا۔ بعد میں یہ تیر نماز کی حالت میں نکالا گیا اور آپؑ کو تیر نکالنے کا احساس تک نہیں ہوا۔

جنابِ سیدہؑ کا خشوع

جنابِ رسالتمآبؐ نے فرمایا: "میری بیٹی فاطمہ تمام عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں، جب فاطمہ محرابِ عبادت میں اپنے ربّ کی بارگاہ میں کھڑی ہوجاتی ہیں تو ان کا نور آسمانی فرشتوں کے لئے ایسا چمکتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے ارشاد فرماتا ہے! فرشتو! میری کنیز فاطمہ کو دیکھو میرے سامنے کھڑی میرے خوف سے کانپ رہی ہے اور دل سے میری عبادت کی طرف متوجہ ہے۔ تم گواہ رہو کہ میں ان سے محبت کرنے والوں کو جہنم سے امان دوں گا۔"

(بحار الانوار۔ میزان الحکمۃ ۳۸۲/۵)

حصہ دوم

احکام نماز

بمطابق فتویٰ

آیت اللہ العظمیٰ السید روح اللہ الخمینی الموسوی

نجاسات

گیارہ چیزیں نجس ہیں

۱۔ پیشاب
۲۔ پاخانہ
۳۔ منی
۴۔ مُردار
۵۔ خون
۶۔ کُتّا
۷۔ خنزیر (سور)
۸۔ کافر
۹۔ شراب
۱۰۔ فقاع (جَو کی شراب)
۱۱۔ نجاست خَور اونٹ کا پسینہ*

---

* آیت اللہ العظمیٰ الخوئیؒ کے فتویٰ کے مطابق نجاست خوار حیوان یا اونٹ کا پسینہ پاک ہے

۱-۲ احکام پیشاب و پاخانہ

۱۔ انسان اور ہر حرام گوشت جانور کہ جو خون جہندہ رکھتا ہو (یعنی اگر اس کی رگ کو کاٹا جائے تو خون دھار مار کر نکلے) کا پیشاب و پاخانہ نجس ہے۔ ہاں مچھر مکھی جیسے چھوٹے جانوروں کا فضلہ، جو کہ گوشت نہیں رکھتے، پاک ہے۔*

(مسئلہ: ۸۴)

۲۔ حرام گوشت پرندوں کا فضلہ (بیٹ) نجس ہے۔

(مسئلہ: ۸۵)

۳۔ نجاست خور جانور کا پیشاب و پاخانہ نجس ہے اور اسی طرح حکم ہے اس جانور کا جس سے کسی انسان نے بدکاری کی ہو اور اس بھیڑ بکری کا بھی جس کا گوشت خنزیر کے دودھ سے مستحکم ہوا ہو۔ (مسئلہ: ۸۶)

۳۔ منی: خون جہندہ رکھنے والے جانور کی منی نجس ہے۔ (مسئلہ: ۸۷)

۴۔ مُردار کے مسائل

۱۔ خونِ جہندہ رکھنے والے جانور کا مردہ نجس ہے، چاہے وہ خود بخود مر گیا ہو یا شریعت کے متعین شدہ طریقہ کے علاوہ اسے ذبح کیا گیا ہو اور مچھلی چونکہ خون جہندہ نہیں رکھتی اگرچہ پانی میں ہی مر جائے وہ پاک ہے۔ (مسئلہ: ۸۸)

۲۔ مردار حیوان کی وہ چیزیں پاک ہیں جن میں جان نہیں ہے جیسے، پشم، بال، ہڈیاں، دانت۔ (مسئلہ: ۸۹)

۳۔ بہنے والی دوائیاں، عطر، روغنیات اور صابون وغیرہ جو باہر کے ملکوں سے آتے ہیں اگر ان کے نجس ہونے کا یقین نہ ہو تو وہ پاک ہیں۔ (مسئلہ ۹۴)

---

* نیز خونِ جہندہ نہ رکھنے والے حرام گوشت حیوان مثلاً مچھلی کا خون اور پاخانہ آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئیؒ کے فتویٰ کے مطابق پاک ہے جبکہ امام خمینی کے نزدیک محلِ اشکال ہے۔

۵۔ خون:

خون کے احکام

۱۔ انسان اور ہر اس حیوان کا خون نجس ہے جو کہ خونِ جہندہ رکھتا ہے یعنی وہ حیوان کہ جس کی رگ کاٹی جائے تو اس سے دھار مار کر خون نکلے۔ لہٰذا وہ جانور جو خون جہندہ نہیں رکھتے جیسے مچھلی اور مچھر تو ان کا خون پاک ہے۔ (مسئلہ: ۹۶)

۲۔ اگر حلال گوشت جانور کو دستورِ شرعی کے مطابق ذبح کیا گیا ہو اور مقدارِ متعارف خون اس سے خارج ہو چکا ہو تو بدن میں باقی رہ جانے والا خون پاک ہے۔ ہاں اگر سانس لینے یا جانور کے سر کے بلند جگہ پر ہونے کی وجہ سے خون دوبارہ اس کے بدن میں پلٹ گیا ہو تو وہ خون نجس ہے۔

(مسئلہ: ۹۷)

۳۔ وہ زردی جو زخم کے ٹھیک ہو جانے کی حالت میں پیدا ہو جاتی ہے اگر یہ معلوم نہ ہو کہ وہ خون سے ملی ہوئی ہے تو وہ پاک ہے۔

(مسئلہ: ۱۰۴)

۶۔ ۷۔ کتا اور خنزیر:

کتے اور خنزیر (جو خشکی میں زندگی بسر کرتے ہیں) کے بال، ہڈیاں، پنجہ، ناخن اور رطوبات تک سب نجس ہیں، البتہ دریائی کتا و خنزیر پاک ہیں۔

(مسئلہ: ۱۰۵)

۸۔ کافر:

کافر کون ہے؟
جواب (مسئلہ: ۱۰۶)

۱۔ جو منکرِ خدا ہے۔
۲۔ جو کسی کو خدا کا شریک قرار دیتا ہے۔
۳۔ جو حضرت خاتم الانبیاء محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوّت کو قبول نہیں کرتا تو وہ نجس ہے اور اسی طرح اگر وہ مذکورہ بالا عقائد میں شک کرتا ہو۔
۴۔ جو ضروریاتِ دین کا منکر ہو۔ مثلاً نماز اور روزہ کہ جس کو مسلمان جزوِ دینِ اسلام سمجھتے ہیں اور وہ یہ بھی جانتا ہو کہ یہ چیز ضروریِ دین ہے پھر اس کے انکار کی برگشت خدا، توحید اور نبوّت کے انکار کی طرف ہو۔

احکامِ کافر

۱۔ کافر کا تمام بدن یہاں تک کہ اس کے بال، ناخن اور بدن کی رطوبت بھی نجس ہے۔
(مسئلہ: ۱۰۷)
۲۔ اگر کوئی مسلمان بارہ اماموں میں سے کسی ایک کو گالیاں دے یا ان سے دشمنی رکھے تو وہ نجس ہے۔
(مسئلہ: ۱۱۰)

۹۔ شراب

شراب کے مسائل

۱۔ شراب اور ہر وہ چیز جو انسان کو مست کردے اور ذاتی طور پر بہنے والی ہو تو وہ نجس ہے اور اگر وہ مثل بھنگ اور دیگر بوٹیوں کے ہو جو ذاتاً بہنے والی نہیں ہیں اگرچہ اس میں کوئی ایسی چیز ملا دی گئی ہو کہ جس کی وجہ سے وہ بہنے والی چیزوں میں شمار ہو جائیں تو وہ پاک ہیں*۔

(مسئلہ: ۱۱۱)

۲۔ الکحل (سپرٹ) صنعتی جو کہ دروازے، میز اور کرسی وغیرہ کو رنگنے کے کام آتی ہے اگر انسان کو معلوم نہ ہو کہ یہ مست کرنے اور بہنے والی چیز سے بنائی گئی ہے تو پاک ہے۔

(مسئلہ: ۱۱۲)

۳۔ کھجور مویز (منقیٰ) اور کشمش اور ان کے پانی کو اگر ابال آجائے تب بھی وہ پاک ہے اور اس کا کھانا حلال ہے

۱۰۔ فقاع:

فقاع وہ شراب ہے جو جو سے بنائی جاتی ہے اور اسے آب جو کہتے ہیں۔ یہ نجس ہے ہاں البتہ وہ پانی جو حکیم کے کہنے کے مطابق جو سے لیا جاتا ہے کہ جسے ماء الشعیر کہتے ہیں وہ پاک ہے۔ (مسئلہ: ۱۱۵)

۱۱۔ نجاست خور اونٹ کا پسینہ:

---

* شراب اور نبیذ جو نشہ آور ہیں نجس ہیں اور بنا بر احتیاط واجب انسان کو مست کرنے والی ہر رواں (بہنے والی) چیز بھی نجس ہے مگر بھنگ یا چرس اور ان کی طرح اگر کوئی چیز بہنے والی نہ ہو تو وہ پاک ہے اگرچہ انہیں کسی بہنے والی چیز میں ملا دینے سے ان کا شمار رواں چیزوں میں ہو جائے۔ (آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئیؒ)۔

نجاست کھانے والے اونٹ کا پسینہ نجس ہے۔ ہاں اس کے علاوہ اگر کوئی اور جانور نجاست کھاتا ہو تو اس کے پسینہ سے اجتناب ضروری نہیں۔★

کسی چیز کا نجس ہونا تین طریقوں سے ثابت ہوتا ہے

۱۔ انسان کو یقین ہو جائے کہ یہ چیز نجس ہے اور اگر گمان ہو کہ فلاں چیز نجس ہے تو اس سے اجتناب کرنا ضروری نہیں۔ مثلاً ہوٹلوں میں کھانا پینا۔

۲۔ جو چیز جس کے قبضہ میں ہے وہ کہے کہ یہ نجس ہے مثلاً انسان کی بیوی۔

۳۔ دو عادل اشخاص کہیں کہ یہ نجس ہے اور اگر ایک عادل بھی کہہ دے کہ نجس ہے تو بھی احتیاط واجب یہ ہے کہ اس چیز سے اجتناب کرے۔★★

کسی چیز کی نجاست کے بارے میں شک ہو جائے

۱۔ کسی نجس چیز کے متعلق اگر شک ہو جائے کہ وہ پاک ہو گئی ہے یا نہیں تو وہ نجس ہے۔

۲۔ اگر کسی پاک چیز کے متعلق شک ہو کہ نجس ہوئی ہے یا نہیں تو وہ پاک ہے۔ (مسئلہ: ۱۲۳)

★ نجاست خوار اونٹ اور ہر اس حیوان کا پسینہ جو انسان کی نجاست کھانے کا عادی ہو جائے اگرچہ پاک ہے لیکن اسکے ساتھ نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئی: ۱۲۱)

★★ اور اگر ایک عادل بلکہ قابلِ وثوق شخص اگرچہ عادل نہ ہو کہہ دے کہ نجس ہے تو اس سے اجتناب کرے۔

پاک چیز کیسے نجس ہوتی ہے۔

پاک چیز کے نجس چیز سے ملنے کا حکم

۱۔ اگر پاک چیز کسی نجس چیز کو لگ جائے اور وہ دونوں یا ان میں سے ایک اسطرح تر ہو کہ اس کی تری دوسری چیز کو لگ جائے تو وہ پاک چیز نجس ہو جاتی ہے۔ (مسئلہ: ۱۲۵)

۲۔ اگر تری اتنی نہیں جو دوسری کو لگ سکے تو پاک چیز نجس نہیں ہوگی۔

شیرہ اور گھی وغیرہ اگر جمے ہوئے نہ ہوں تو ان کی ایک طرف بھی اگر نجس ہو جائے تو تمام نجس ہو جائینگے۔ ہاں! اگر جمے ہوئے ہیں تو صرف وہی حصّہ نجس ہوگا جسے نجاست لگی ہے۔

(مسئلہ ۱۲۹)

مُطہّرات

دس چیزیں نجاست کو پاک کرتی ہیں

۱۔ پانی
۲۔ زمین
۳۔ سورج
۴۔ استحالہ
۵۔ انتقال
۶۔ اسلام
۷۔ تبعیت
۸۔ عین نجاست کا دُور ہوجانا
۹۔ نجاست کھانے والے جانور کا استبراء
۱۰۔ کسی مسلمان کا غائب ہوجانا

(امام خمینی) (مسئلہ: ۱۴۸)

بارہ چیزیں نجاست کو پاک کرتی ہیں۔

۱۔ پانی
۲۔ زمین
۳۔ سورج
۴۔ استحالہ
۵۔ انقلاب
۶۔ انتقال
۷۔ اسلام
۸۔ تبعیت
۹۔ عین نجاست کا دُور ہو جانا
۱۰۔ نجاست خور حیوان کا استبراء
۱۱۔ مسلمان کا غائب ہو جانا
۱۲۔ ذبح کیے گئے جانور سے بقدرِ معمول خون کا نکل جانا

(آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئیؒ (مسئلہ: ۱۴۹)

احکامِ مطہرات

۱۔ پانی

پانی چار شرائط کے ساتھ نجس چیز کو پاک کرتا ہے

۱۔ مطلق ہو
۲۔ پاک ہو
۳۔ جب نجس چیز کو دھویا جا رہا ہو تو پانی مضاف نہ ہو جائے، اور اس کا رنگ، بُو اور ذائقہ عین نجاست کی وجہ سے نہ بدلے۔
۴۔ نجس چیز کو جب دھولیا جائے تو عین نجاست اس میں باقی نہ رہے۔

(مسئلہ: ۱۴۹)

نجس برتن یا چیزوں کو پاک کرنے کے احکام

۱- ایک مرتبہ پانی ڈالنے سے

۱- اگر نجس چیز کو عین نجاست دور کرنے کے بعد ایک مرتبہ کُر یا جاری پانی میں اس طرح ڈبو دیا جائے کہ پانی تمام نجس حصّوں کو گھیرے تو وہ پاک ہو جائے گی۔

(مسئلہ: ۱۵۹)

۲- ایسے دودھ پیتے بچے کا پیشاب جو غذا نہ کھاتا ہو، البتہ احتیاطاً مستحب یہ ہے کہ دوسری مرتبہ بھی پانی ڈالے۔

(مسئلہ: ۱۱۱)

۳- ایسی چیز جو پیشاب کے علاوہ کسی نجاست سے نجس ہو جائے، نجاست دور کرنے کے بعد۔

(مسئلہ: ۱۶۲)

۴- اگر کسی نجس چیز کو جس میں عین نجاست نہ ہو، ٹونٹی کے نیچے رکھ دیا جائے جو کُر سے متصل ہے تو وہ ایک دفعہ دھونے سے پاک ہو جائے گی۔ (مسئلہ: ۱۷۷)

۲- دو مرتبہ سے:

جو چیز پیشاب سے نجس ہوئی ہو اگر اسے قلیل پانی سے پاک کرنا چاہیں تو ایک مرتبہ اس پر پانی ڈالا جائے اور وہ (پانی) اس سے جدا ہو جائے اور اس میں پیشاب بھی باقی نہ رہے تو جب دوسری مرتبہ اس پر پانی ڈالا جائے گا تو وہ پاک ہو جائے گی۔

(مسئلہ: ۱۶۰)

۳۔ تین مرتبہ سے

۱۔ نجس برتن کو قلیل پانی میں تین مرتبہ دھونا ہوگا بلکہ کُر اور جاری پانی میں بھی احتیاط یہ ہے کہ تین مرتبہ دھویا جائے۔ *

(مسئلہ: ۱۵۰)

۲۔ شراب سے نجس شدہ برتن قلیل پانی سے تین مرتبہ اور بہتر ہے سات مرتبہ دھویا جائے۔ ** (مسئلہ: ۱۵۳)

<u>۴۔ سات مرتبہ سے:</u>

وہ برتن جس سے خنزیر نے بہنے والی کوئی چیز پی ہو اسے آب قلیل سے سات مرتبہ دھونا ہوگا اور کُر اور آب جاری میں بھی سات مرتبہ دھونا احتیاطاً واجب ہے اور اسے مٹی سے مانجھنا ضروری نہیں اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ اسے مٹی سے مانجھا جائے۔ خنزیر کا چاٹنا بھی اس کے پینے سے بطور احتیاط واجب ملحق ہے۔ *** (مسئلہ: ۱۵۲)

---

* نجس برتن کو قلیل پانی میں تین مرتبہ دھونا ہوگا اور آب کُر یا جاری پانی میں ایک مرتبہ دھونا کافی ہے۔ (آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئی)

** شراب سے نجس شدہ برتن کو آب قلیل، جاری یا کُر سے تین مرتبہ دھونا ہوگا۔ (مسئلہ: ۱۵۴) (آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئی)

*** اگر کسی برتن کو سور چاٹ جائے یا اس میں سے کوئی بہنے والی چیز پی لے یا اس برتن میں جنگلی چوہا مر گیا ہو تو اسے آب قلیل، کُر یا جاری پانی سے سات مرتبہ دھونا ہوگا اور مٹی سے مانجھنا ضروری نہیں۔

آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئی (مسئلہ: ۱۵۳)

۵۔ پانی اور مٹی سے
۱۔ وہ برتن جسے کتے نے چاٹا ہو
۲۔ وہ برتن جس میں کتے نے پانی یا کوئی اور بہنے والی چیز پی ہو، پہلے اس برتن کو پاک مٹی سے مانجھا جائے اور اس کے بعد احتیاط واجب یہ ہے کہ اسے دو مرتبہ کُر، جاری یا قلیل پانی سے دھویا جائے اور اسی طرح وہ برتن جس میں کتے کی رالیں جا پڑی ہوں، اس میں احتیاط واجب یہ ہے کہ اسے دھونے سے پہلے مٹی سے مانجھا جائے۔ * (مسئلہ: ۱۵۰)

---

* وہ برتن جس میں کتے نے پانی یا کوئی بہنے والی چیز پی ہو تو اس میں پہلے مٹی (جو بنا بر احتیاط پاک ہونی چاہیئے) ڈال کر مناسب مقدار میں پاک پانی ملا کر برتن کو مانجھا جائے۔ پھر اس پر پانی ڈالنا چاہیئے تاکہ مٹی خارج ہو جائے، اس کے بعد آب کُر یا جاری سے ایک مرتبہ یا آب قلیل سے دو مرتبہ دھونا چاہیئے اسی طرح اگر کتے نے کسی برتن کو چاٹا ہو تو احتیاط واجب کی بنا پر اسے دھونے سے پہلے مانجھنا ہوگا۔ البتہ اگر کتے کی رال کسی برتن میں گر جائے تو اسے مٹی سے مانجھنا ضروری نہیں ہے۔ (آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئیؒ) (مسئلہ: ۱۵۱)

۲۔ زمین :

زمین پاؤں کے تلوے اور جوتے کے نجس حصّہ کو تین شرائط سے پاک کرتی ہے

۱۔ زمین پاک ہو
۲۔ زمین خشک ہو
۳۔ عین نجس مثلاً خون و پیشاب یا نجس شدہ چیز مثلاً نجس شدہ مٹی اگر پاؤں کے تلوے یا جوتے کے نچلے حصے میں لگی ہو تو چلنے یا پاؤں کے زمین پر رگڑنے سے دُور ہو جائے۔

(مسئلہ : ۱۸۳)

وہ مقامات جہاں پاؤں کا تلوا اور جوتے کا نچلا حصّہ پاک نہیں ہوتے

۱۔ فرش پر
۲۔ چٹائی پر
۳۔ سبزہ پر

اس لئے زمین ان تین میں سے ایک حالت میں ہوگی

۱۔ مٹی
۲۔ پتھر
۳۔ اینٹ کا فرش وغیرہ (مسئلہ : ۱۸۳)

۳۔ سورج :

سورج کن چیزوں کو پاک کرتا ہے

۱۔ زمین
۲۔ مکان
۳۔ ان چیزوں کو جو شل دھلیز و کھڑکیوں کے مکان میں نصب ہوں۔
۴۔ وہ میخ جس کو دیوار میں ٹھونکا گیا ہو اور مکان کا جزو سمجھی جاتی ہو۔ (مسئلہ : ۱۹۱)
۵۔ درخت اور گھاس (مسئلہ : ۱۹۲)

(آفتاب)

سورج ان شرائط کے ساتھ پاک کرسکتا ہے:

۱۔ نجس چیز تر ہو اور اگر وہ خشک ہو تو کسی طرح اس کو تر کیا جائے تاکہ سورج اسے خشک کرے۔

۲۔ اگر عین نجاست اس میں موجود ہو تو سورج کی روشنی پڑنے سے پہلے اسے دور کردیا جائے۔ ★

۳۔ کوئی چیز اس پر سورج کی روشنی پڑنے سے مانع نہ ہو، لہٰذا اگر سورج کی روشنی پردہ کے پیچھے سے یا بادل وغیرہ سے آرہی ہو اور نجس چیز کو خشک کردے تو وہ چیز پاک نہیں ہوگی

۴۔ اکیلا سورج ہی نجس چیز کو خشک کرے لہٰذا اگر کوئی چیز مثلاً ہوا اور سورج کی وجہ سے خشک ہو تو پاک نہیں ہوگی۔ ہاں! اگر ہوا کم ہو تو کوئی اشکال نہیں ہے۔

۵۔ سورج، عمارت وغیرہ کی نجس مقدار کو ایک ہی دفعہ خشک کرے۔

۶۔ زمین یا عمارت کے باہر اور اندر والے حصّہ میں کوئی چیز مثل ہوا یا پاک جسم کے حدفاصل نہ ہو۔

(مسئلہ: ۱۹۱)

★ اگر عین نجاست اس میں موجود ہو تو سورج کی دھوپ سے خشک ہونے سے پہلے اس نجاست کو دور کرلیا جائے۔ (آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئیؒ)

۴۔ استحالہ:

س۔ استحالہ کیا ہے؟

ج۔ اگر نجس چیز کی جنس بدل کر پاک چیز کی صورت اختیار کرے تو وہ پاک ہو جائے گی اور کہیں گے کہ اس کا استحالہ ہو گیا ہے۔ مثلاً لکڑی جل کر راکھ ہو گئی یا کتا نمک کی کان میں گر کر نمک ہو گیا، لیکن اگر اس کی جنس نہیں بدلی مثلاً نجس گندم کا آٹا پیسوالیں یا روٹی پکوالیں تو وہ پاک نہیں ہوگی۔ (مسئلہ: ۱۹۵)

۵۔ انتقال:

س۔ انتقال کیا ہے؟

ج۔ اگر انسان یا ایسے جانور کا خون، جو خونِ جہندہ رکھتا ہے یعنی اس کی رگ کاٹنے پر رگ سے خون دھار مار کر نکلتا ہے، ایسے جانور کے بدن میں چلا جائے جو خون جہندہ نہیں رکھتا اور اسی حیوان کا خون شمار ہو تو وہ پاک ہو جائے گا اور اس کو انتقال کہتے ہیں لیکن وہ خون جو کہ جونک، بدنِ انسان سے چوس لے چونکہ اسے جونک کا خون نہیں کہتے بلکہ انسان کا خون کہتے ہیں اس لئے نجس ہوگا۔ (مسئلہ: ۱۹۵)

س۔ مچھر کا خون پاک ہے یا نجس؟

ج۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ اگر کوئی اپنے بدن پر بیٹھے ہوئے مچھر کو مار ڈالے، اب اسے معلوم نہ ہو کہ جو خون مچھر سے نکلا ہے وہ اسکا خون ہے جسے مچھر نے چوسا ہے یا خود مچھر کا ہے تو وہ پاک ہوگا اور یہی حکم ہے اگر یہ معلوم ہو کہ جو اس کا خون چوسا ہے وہ اب مچھر کا جزو شمار ہوتا ہے۔

۲۔ لیکن اگر مچھر کے خون چوسنے اور مارے جانے کے درمیان وقفہ اتنا کم ہو کہ لوگ اس خون کو انسان کا خون ہی کہیں یا معلوم نہ ہو کہ لوگ اسے مچھر کا خون کہیں گے یا انسان کا تو وہ نجس ہے۔

۶۔ اسلام:
اگر کافر شہادتین کہہ دے تو مسلمان ہو جائے گا۔ (مسئلہ: ۲۰۷)

۷۔ تبعیت:
س۔ تبعیت کیا ہے؟
ج۔ تبعیت سے مراد یہ ہے کہ کوئی نجس چیز کسی نجس چیز کے پاک ہونے سے پاک ہو جائے۔ (مسئلہ: ۲۰۷)
مثلاً اگر شراب سرکہ بن جائے تو اس کا برتن بھی اس جگہ تک پاک ہو جائے گا جہاں تک جوش کھاتے وقت شراب پہنچی تھی۔ (مسئلہ: ۲۱۱)

۸۔ عین نجاست کا دور ہونا:

عین نجاست دور ہونے کے احکام

۱۔ اگر جانور کا بدن عین نجاست سے مثل خون یا نجس شدہ چیز مثلاً نجس پانی سے آلودہ ہو جائے۔ اب اگر وہ نجاست دور ہو جائے تو جانور کا بدن پاک ہو جائیگا اور یہی حکم ہے باطن بدن انسان کا مثلاً منہ اور ناک کے اندرونی حصہ کا مثلاً دانتوں سے خون آئے اور لعاب دہن میں مل کر ختم ہو جائے تو منہ کے اندر کے حصے کا دھونا ضروری نہیں ہے۔ ہاں اگر مصنوعی دانت نجس ہو جائیں تو احتیاط واجب یہ ہے کہ انہیں پاک کیا جائے۔ * (مسئلہ: ۲۱۶)

۲۔ اگر گرد یا نجس مٹی انسان کے لباس یا فرش پر جا پڑے۔ اگر دونوں خشک ہیں تو جھاڑنے کے بعد لباس وغیرہ نجس نہیں رہے گا اور اگر گرد و مٹی یا لباس وغیرہ تر ہوں تو جہاں گرد و خاک لگی ہے اسے پاک کیا جائے۔ (مسئلہ: ۲۱۹)

---

* آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئیؒ کے نزدیک منہ میں اگر مصنوعی دانت ہوں اور وہ نجس ہو جائیں تو انہیں دھونا ہوگا۔

۹۔ استبراء

س۔ نجاست کھانے والے جانور کے استبراء کا کیا مطلب ہے؟

ج۔ اس جانور کا پیشاب و پاخانہ نجس ہوگا جو انسان کا پاخانہ کھانے کا عادی ہوگیا ہو۔ اگر اس جانور کا پاک ہونا مقصود ہو تو اس کا استبراء کیا جائے یعنی اتنی مدّت تک اسے پاک غذا کھلائی جائے کہ اب اسے نہ کہیں کہ یہ نجاست کھاتا ہے اور اس دوران اسے نجاست بھی نہ کھانے دی جائے۔

*نجاست کھانے والے اونٹ کو چالیس دن

گائے کو بیس دن

بھیڑ بکری کو دس دن

مرغابی کو سات یا پانچ دن

اور پالتو مرغ کو تین دن نجاست کھانے سے روکا جائے اور پاک غذا کھلائی جائے۔

(مسئلہ: ۲۲۰)

۱۰۔ مسلمان کا غائب ہونا۔

س۔ مسلمان غائب ہونے سے کس طرح پاک ہوجاتا ہے؟

ج۔ اگر مسلمان کا بدن، لباس یا کوئی اور چیز مثلاً برتن و فرش وغیرہ جو کہ اس کے اختیار میں ہیں نجس ہوجائیں اور وہ مسلمان کسی کی آنکھوں سے اوجھل ہوجائے تو اب اگر احتمال ہو کہ اس مسلمان نے اسے پاک کیا ہوگا یا وہ چیز جاری پانی میں گر کر پاک ہوگئی ہوگی تو اس سے اجتناب کرنا ضروری نہیں۔

(مسئلہ: ۲۲۱)

---

* آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئی کے نزدیک بنا پر احتیاط واجب ہے۔

وضو

وضو کس طرح کیا جاتا ہے؟
ج:

تین اعضا کا دھونا

۱۔ چہرہ کا طول میں پیشانی کے اوپر بالوں کے اگنے کی جگہ سے لے کر ٹھوڑی تک اور عرض میں چہرہ کا جتنا حصہ انگوٹھے اور درمیانی انگلی کے درمیان آجائے دھونا واجب ہے اور اگر اس مقدار میں معمولی سا حصہ بھی بغیر دھونے کے رہ گیا تو وضو باطل ہے۔
(مسئلہ: ۲۴۷)

۲۔ دایاں ہاتھ: چہرے کے بعد دایاں ہاتھ اور

۳۔ بایاں ہاتھ: پھر بایاں ہاتھ کہنی سے لیکر انگلیوں کے سرے تک دھوئے
(مسئلہ: ۲۴۷)

تین کا مسح کرنا

۴۔ سر کا مسح: دونوں ہاتھ دھو لینے کے بعد وضو کے پانی کی تری سے جو کہ ہاتھ میں رہ گئی ہے۔ سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا جائے۔ (مسئلہ: ۲۴۹)

۵۔ دائیں پاؤں کا مسح: سر کے مسح کے بعد وضو کے پانی کی تری کے ساتھ جو کہ ہاتھ میں باقی رہ گئی ہے، پاؤں کے اوپر والے حصہ پر پاؤں کی کسی انگلی کے سرے سے لے کر پاؤں پر ابھری ہوئی جگہ تک مسح کرے۔ (مسئلہ: ۲۵۲)

۶۔ بائیں پاؤں کا مسح:

مکمل توجہ طلب چند مسائل

۱۔ چہرہ اور ہاتھوں کو اوپر سے نیچے کی طرف دھویا جائے۔ اور اگر نیچے سے اوپر کی طرف دھویا تو وضو باطل ہے۔

(مسئلہ: ۲۴۴)

۲۔ یہ یقین پیدا کرنے کے لئے کہ پوری کہنی دھوئی گئی ہے۔ کچھ مقدار کہنی سے اوپر کی بھی دھولی جائے۔ (مسئلہ ۲۴۶)

۳۔ جس نے چہرہ دھونے سے پہلے ہاتھوں کو کلائی تک دھویا تھا تو وضو کے موقع پر انگلیوں کے سروں تک دھوتے اور اگر صرف کلائی تک دھویا تو اس کا وضو باطل ہے۔

(مسئلہ: ۲۴۷)

۴۔ وضو میں چہرہ اور ہاتھوں کو (وضو کے ارادے سے) ایک دفعہ دھونا واجب، دوسری مرتبہ مستحب اور تیسری مرتبہ یا اس سے زیادہ دفعہ دھونا حرام ہے اور اگر ایک چلو پانی سے تمام عضو دھوتے اور قصدِ وضو سے اس پر پانی ڈالے تو ایک ہی مرتبہ گنا جائے گا، چاہے ایک مرتبہ کا قصد کرے یا نہیں۔

(مسئلہ: ۲۴۸)

مسح کے مسائل

۱۔ سر اور پاؤں کے مسح میں ہاتھ کو اس پر کھینچنا ضروری ہے اور اگر ہاتھ کو ایک ہی جگہ روکے رکھے اور سر یا پاؤں کو کھینچے تو وضو باطل ہے، ہاں! البتہ جب ہاتھ کو کھینچ رہا ہے، سر یا پاؤں میں تھوڑی سی حرکت آجائے تو کوئی حرج نہیں (مسئلہ: ۲۵۵)

۲۔ مسح کی جگہ کو خشک ہونا چاہیئے اور اگر اتنی تر ہو کہ ہتھیلی کی تری اس پر اثر نہ کرے تو مسح باطل ہے۔

(مسئلہ: ۲۵۶)

شرائطِ وضو

وضو کے صحیح ہونے کی تیرہ شرائط ہیں

۱۔ وضو کے پانی کا پاک ہونا

۲۔ پانی کا مطلق ہونا

۳۔ وضو کے پانی کا مباح ہونا

۴۔ جس برتن میں وضو کا پانی ہو مباح ہو (یعنی غصبی نہ ہو)

۵۔ جس برتن میں وضو کا پانی ہو، سونے اور چاندی کا نہ ہو۔

۶۔ اعضاء وضو دھونے اور مسح کرنے کے وقت پاک ہونے چاہئیں۔

۷۔ وضو اور نماز کے لئے وقت کافی ہو

۸۔ وضو بقصد قربت کرے

۹۔ ترتیب کے ساتھ وضو کرے

۱۰۔ افعال وضو کو یکے بعد دیگرے بجالائے

۱۱۔ کوئی دوسرا وضو نہ کرائے

۱۲۔ پانی کے استعمال سے کوئی مانع نہ ہو

۱۳۔ پانی کے وضو کے عضو تک پہنچنے سے کوئی مانع نہ ہو

شکیاتِ وضو

وضو میں شک کے مقامات

نماز کے دوران

اگر اثناء نماز میں شک ہو جائے کہ وضو کیا تھا یا نہیں۔

اس کی نماز باطل ہے (حکم وضعی) اور اسے چاہیئے کہ وہ وضو کرکے نئے سرے سے نماز پڑھے۔

(مسئلہ: ۳۰۴)

نماز کے بعد

اس کا وضو نماز سے پہلے باطل ہوا ہے یا نماز کے بعد

تو جو نماز پڑھ چکا ہے وہ صحیح ہے۔

(مسئلہ: ۳۰۵)

نماز سے پہلے

۱۔ اگر کوئی شک کرے کہ میں نے وضو کیا ہے یا نہیں تو اسے وضو کرنا پڑے گا۔

(مسئلہ: ۳۰۱)

۲۔ اگر شک کرے کہ اس کا وضو باطل ہوا ہے یا نہیں۔

اس پہ بنا رکھے کہ اس کا وضو باقی ہے۔
ہاں اگر پیشاب کے بعد استبراء کے بغیر وضو کیا ہو اور وضو کے بعد تری خارج ہو جائے اور یہ نہ جانتا ہو کہ یہ تری پیشاب ہے یا کوئی اور چیز تو اس کا وضو باطل ہے۔

(مسئلہ: ۳۰۰)

چھ چیزوں کے لئے وضو کرنا چاہیئے

۱۔ نماز میت کے علاوہ تمام واجب نمازوں کے لئے
۲۔ بھولا ہوا سجدہ اور تشہد اگر اس کے اور نماز کے دوران کوئی حدث مثل پیشاب وغیرہ کے سرزد ہو جائے
۳۔ خانۂ کعبہ کے واجب طواف کے لئے
۴۔ اگر نذر، عہد یا قسم کھائے کہ میں وضو کروں گا
۵۔ اگر نذر کرے کہ اپنے بدن کے کسی حصے کو قرآن سے مس کروں گا
۶۔ نجس شدہ قرآن کو پاک کرنے کے لئے۔ ہاں! اگر وضو کی مقدار تک قرآن کے نجس رہنے میں بے حرمتی ہو تو واجب ہے کہ فوراً پاک کرے اور وضو کرنا لازم نہیں ہے (مسئلہ: ۳۱۶)

حروف قرآن کا مس کرنا یعنی بدن کے کسی حصے کا بغیر وضو کے حروف قرآن سے لگانا حرام ہے ہاں! اگر قرآن مجید کا فارسی یا کسی اور زبان میں ترجمہ ہو تو اسے مس کرنے میں کوئی اشکال نہیں۔
(مسئلہ: ۳۱۸)

* * *

مبطلات وضو:

سات چیزیں وضو کو باطل کر دیتی ہیں۔

۱۔ پیشاب
۲۔ پاخانہ
۳۔ وہ ریح جو مقام پاخانہ سے خارج ہو
۴۔ وہ نیند جس کے ذریعے نہ آنکھ دیکھ سکے نہ کان سن سکے اور اگر آنکھ تو نہیں دیکھ سکتی لیکن کان سنتے ہیں تو وضو باطل نہیں ہوگا۔
۵۔ وہ چیزیں جو عقل کو زائل کر دیتی ہیں مثل دیوانگی، نشہ اور بیہوشی
۶۔ خواتین کا استحاضہ (یہ مسئلہ خواتین سے مربوط ہے) (مسئلہ: ۳۲۳)

اگر وقت نماز کے داخل ہونے سے پہلے باطہارت رہنے کی نیت سے وضو یا غسل کر لیا جائے تو صحیح ہے اور نماز کے وقت کے داخل ہونے کے قریب قریب اگر نماز کے لئے تیار ہونے کی نیت سے وضو کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ (مسئلہ: ۳۰۲)

احکام جبیرہ

۱۔ زخم کا منہ کھلا ہو: پانی اس کے لئے مضر نہ ہو تو معمول کے مطابق وضو کرے۔

۲۔ زخم کا منہ بند ہو: پانی اس کے لئے مضر ہو اور زخم کا منہ کھولنا ممکن نہ ہو تو پاک کپڑا اس کے اوپر رکھ کر اس پر مسح کرے اور باقی عضو کو معمول کے مطابق دھوئے۔

غسل

واجب غسل

۱۔ غسلِ جنابت
۲۔ غسلِ حیض
۳۔ غسلِ نفاس
۴۔ غسلِ استحاضہ
۵۔ غسلِ مس میّت
۶۔ غسلِ میت
۷۔ وہ غسل جو نذر و قسم وغیرہ کی وجہ سے واجب ہے۔

س۔ جنابت کی علامت کیا ہے؟

ج۔ اگر انسان سے کوئی رطوبت خارج ہو اور اسے معلوم نہ ہو سکے کہ یہ منی ہے یا پیشاب یا کوئی اور چیز۔ چنانچہ یہ رطوبت اگر یہ تین علامات رکھتی ہو تو منی ہے (البتہ مریض اور عورت کے لئے ضروری نہیں ہے کہ پانی ٹپک کر نکلے۔ لہٰذا اگر ان سے نکلنے والا پانی شہوت سے خارج ہو تو وہ مجنب ہوں گے)۔

۱۔ شہوت کیساتھ باہر آئے۔
۲۔ اچھل کر باہر آئے
۳۔ باہر آنے کے بعد بدن میں سستی محسوس ہو۔
(مسئلہ: ۳۴۶)

غسل دو قسم کے ہیں

۱۔ ترتیبی: غسل ترتیبی میں غسل کی نیت سے پہلے سر اور گردن پھر دائیں اور پھر بائیں طرف کو دھویا جائے۔

۲۔ ارتماسی: غسل ارتماسی میں چاہیئے کہ انسان اپنا تمام بدن پانی میں ڈبو دے۔ پس اگر غسل ارتماسی کی نیت سے پانی کے نیچے جائے تو اپنے پاؤں زمین سے اٹھالے تاکہ پانی اس کے تلووں سے گزر جائے۔

س۔ جو شخص غسل کرے تو کیا وہ نماز کے لئے وضو بھی کرے؟

ج۔ جس شخص نے غسل جنابت کیا ہو اسے نماز کے لئے وضو نہیں کرنا چاہیئے۔

احکام جنابت

پانچ چیزیں جنابت والے شخص پر حرام ہیں

۱۔ اپنے بدن کے کسی حصہ سے حروفِ قرآن یا نامِ خدا اور اسی طرح اسمائے انبیاء (ص) و آئمہ (ع) کو مس کرنا۔

۲۔ مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں داخل ہونا اگرچہ ایک دروازے سے داخل ہو اور دوسرے سے باہر نکل آئے۔

۳۔ دوسری مساجد اور ائمہ معصومین (ع) کے حرموں میں ٹھہرنا، البتہ اگر ایک دروازے سے داخل ہو اور دوسرے سے نکل آئے یا کوئی چیز اٹھانے کے لئے اندر جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

۴۔ مسجد میں کوئی چیز رکھنا

۵۔ ان سورتوں کی تلاوت کرنا جن میں سجدہ واجب ہے

- ۱۔ سورۃ ۳۲ قرآن (الم تنزیل)
- ۲۔ سورۃ ۴۱ قرآن (حم سجدہ)
- ۳۔ سورۃ ۵۳ قرآن (والنجم)
- ۴۔ سورۃ ۹۶ قرآن (اقرء)

(مسئلہ: ۳۵۵)

احکام غسل

ان مقامات پر غسل باطل ہے

۱۔ غسل ترتیبی میں اگر جان بوجھ کر یا بھول کر یا مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ترتیب پر عمل نہ کیا گیا تو غسل باطل ہوگا۔ (مسئلہ: ۳۶۱)

۲۔ اگر غسل ارتماسی کے بعد معلوم ہو کہ بدن کے کسی حصہ پر پانی نہیں پہنچا چاہے وہ جگہ معلوم ہو یا نہ، دوبارہ غسل کرے۔ (مسئلہ: ۳۶۹)

۳۔ اگر غسل میں سر کے بال کے برابر بھی کوئی جگہ دھونے کے بغیر رہ جائے تو غسل باطل ہے۔ (مسئلہ: ۳۷۴)

۴۔ جو شخص یہ نیت رکھتا ہو کہ میں حمام والے کو پیسے نہیں دوں گا یا اس کو رضا معلوم کرنے کے بغیر ادھار پہ نہانا چاہتا ہو اگرچہ بعد میں حمام والے کو راضی کرے۔ (مسئلہ: ۳۸۱)

غسلِ ترتیبی اور غسلِ ارتماسی میں دو فرق ہیں

۱۔ غسلِ ارتماسی میں پورا بدن (پہلے سے) پاک ہو۔ لیکن غسلِ ترتیبی میں اگر تمام جسم نجس ہو اور ہر حصے کے دھونے سے پہلے اسے پاک کر لیا جائے تو صحیح ہے۔ (مسئلہ ۲۰۷)

۲۔ غسلِ ارتماسی میں فاصلہ نہیں ہونا چاہیئے جبکہ غسلِ ترتیبی میں اگر فاصلہ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اگر انسان کو شک ہو کہ غسل کیا ہے یا نہیں ← اسے غسل کرنا چاہیئے۔

اگر شک کرے کہ اس کا غسل صحیح تھا یا نہیں ← لازم نہیں ہے کہ دوبارہ غسل کرے۔

تیمم

تیمم کی دو قسمیں ہیں
۱۔ وضو کے بدلے
۲۔ غسل کے بدلے

تیمم کا طریقہ :

تیمم میں چار چیزیں واجب ہیں (مسئلہ: ۷۰۰)

۱۔ (نیت) البتہ یہ معین کرے کہ غسل کے بدلے ہے یا وضو کے۔
۲۔ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو اکٹھا ایسی چیز پہ مارنا کہ جس پہ تیمم کرنا صحیح ہے۔
۳۔ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو تمام پیشانی اور اسکی دونوں طرفوں پر اس جگہ سے کہ جہاں سے سر کے بال اگتے ہیں ابروں اور ناک کے اوپر والے حصہ تک کھینچنا۔
۴۔ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو دائیں ہاتھ کی پوری پشت پر اور اسکے بعد دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر کھینچی جائے۔ پھر دوبارہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو اکٹھا ایسی چیز پہ مارا جائے جس پر تیمم کرنا صحیح ہے۔ اور بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو دائیں ہاتھ کی پوری پشت پر اور اسکے بعد دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر کھینچا جائے

احکامِ تیمم

۱۔ تیمم کرتے وقت پیشانی، ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور ہاتھوں کی پشت پاک ہو۔۔۔ (مسئلہ: ۷۰۶)

۲۔ انسان کو چاہیئے کہ تیمم کے لئے انگوٹھی ہاتھ سے نکال لے۔

۳۔ اگر غسلِ جنابت کے بدلے تیمم کرے تو نماز کے لئے وضو کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر کسی اور غسل کے بدلے تیمم کرے تو وضو کرنا پڑے گا اور اگر وضو نہیں کر سکتا تو وضو کے بدلے ایک اور تیمم کرے۔ (مسئلہ: ۷۲۳)

۴۔ اگر پانی نہ ہونے یا کسی اور عذر کی بنا پر تیمم کرے تو اس عذر کے دُور ہونے کے بعد اس کا تیمم باطل ہے۔ (مسئلہ: ۷۱۹)

توجہ: تیمم خواہ غسل کے بدلے ہو یا وضو کے، اس میں کوئی فرق نہیں۔ (مسئلہ: ۷۰۱)

وہ چیزیں کہ جن پر تیمم کرنا صحیح ہے

۱۔ مٹی

۲۔ ریت

۳۔ ڈھیلا

۴۔ پتھر، اگر پاک ہو

سات موارد ایسے ہیں جہاں وضو یا غسل کے بدلے تیمم کرنا پڑتا ہے

۱۔ اگر وضو یا غسل کرنے کی مقدار تک پانی کا حصول ناممکن ہو (مسئلہ ۶۶۸)

۲۔ جو شخص بڑھاپے' چور کے خوف' درندہ کے ڈر یا اس قسم کی چیزوں کی وجہ سے یا کنویں سے پانی نکالنے کے وسائل نہ ہونے کی بنا پر پانی حاصل نہ کر سکتا ہو تو اسے تیمم کرنا چاہیئے۔ (مسئلہ: ۶۶۴)

۳۔ جس شخص کو پانی کے استعمال سے جان کا خطرہ ہو یا اسے خوف ہو کہ اسکے استعمال سے کوئی بیماری یا عیب اس میں پیدا ہو جائیگا یا اسکی بیماری طول یا شدت پکڑ جائے گی یا اس کا علاج مشکل ہو جائے گا۔ (مسئلہ: ۶۶۹)

۴۔ جس شخص کو یہ خوف ہے کہ میں نے پانی وضو یا غسل میں صرف کر لیا تو خود یا میرے بیوی بچے یا دوست یا جو لوگ اس سے مربوط ہیں مثلاً ملازم یا خادمہ پیاس سے مر جائیں گے یا بیمار ہو جائیں گے یا اتنے پیاسے ہوں گے کہ جس کا تحمل مشقت آور ہے تو اسے وضو اور غسل کے بدلے تیمم کرنا چاہیئے وہ جانور کہ جنہیں عموماً کھانے کے لئے ذبح نہیں کیا جاتا (جیسے گھوڑا، خچر وغیرہ) کے تلف ہونے کا خوف ہے تو انہیں پانی پلائے اور تیمم کرے اگرچہ وہ جانور اسکا اپنا نہ ہو اور یہی حکم ہے اگر کوئی ایسا شخص کہ جسکی جان کا محفوظ رکھنا واجب ہے اس طرح پیاسا ہو کہ اگر اسے پانی نہ دیا گیا تو وہ تلف ہو جائیگا۔

(مسئلہ: ۶۷۴)

۵۔ جس شخص کا بدن یا لباس نجس ہو اور کچھ پانی اسکے پاس ہو کہ اگر اس سے وضو یا غسل کرے تو بدن یا لباس پاک کرنے کیلئے نہیں بچتا۔

۶۔ اگر سوائے ایسے پانی یا برتن کے جسکا استعمال حرام ہے اور کوئی پانی یا برتن اسکے پاس نہ ہو۔ (مسئلہ: ۶۷۷)

۷۔ جب وقت اتنا تنگ ہو کہ اگر وضو یا غسل کرے تو پوری نماز یا اسکا کچھ حصہ وقت کے بعد پڑھنا پڑے گا۔ (مسئلہ: ۶۷۸)

موت

موت کے مسائل

محتضر

وہ مسلمان جو محتضر ہے یعنی جان کنی کی حالت میں ہے اسکو چت لٹایا جائے اس طرح کہ اسکے پاؤں کے تلوے قبلہ کی طرف ہوں۔

غسلِ میت

غسل، کفن، نماز اور دفن بارہ امامؑ کو ماننے والے ہر بالغ و عاقل پر واجب ہے اور اگر بعض لوگ یہ امور انجام دے دیں تو باقی سے ساقط ہو جائیں گے اور اگر کوئی شخص بھی انہیں انجام نہ دے تو سب گنہگار ہونگے۔

میت کو تین غسل دینے واجب ہیں

۱۔ ایسے پانی کے ساتھ جس میں بیری کے پتے ملے ہوں۔

۲۔ ایسے پانی کیساتھ جس میں کافور ملا ہو

۳۔ خالص پانی کے ساتھ

... غسل میت، غسل جنابت کی طرح ہے اور احتیاط واجب یہ ہے کہ جب تک غسل ترتیبی ممکن ہو میت کو غسل ارتماسی نہ دیں اور احتیاط مستحب یہ ہے کہ غسل ترتیبی میں بدن کے ہر تین حصّوں کو پانی میں غوطہ نہ دیا جائے بلکہ اسکے اعضاء پر پانی ڈالا جائے۔ (مسئلہ: ۵۶۵)

غسلِ مس میت

اگر کوئی شخص کسی مردہ انسان کو چھوئے جو کہ سرد ہو گیا ہو اور اسے ابھی تک غسل نہ دیا گیا ہو یعنی اپنے بدن کے کسی حصہ کو اس سے مس کرے تو اسے غسل مس میت کرنا پڑیگا ... یہاں تک کہ اگر اس کا ناخن اور ہڈی میت کے ہڈی اور ناخن سے مس ہو جائے تو بھی غسل کرے۔

... جس مردہ کا پورا جسم ٹھنڈا نہیں ہوا اگر یہ اس جگہ کو مس کرے جو ٹھنڈی ہو چکی ہے تب بھی اس پر غسل واجب نہیں ہے۔

نمازِ میت

مسلمان میت پر نماز پڑھنا اگرچہ بچہ ہو، واجب ہے البتہ بچے کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک مسلمان ہو اور وہ بچہ پورے چھ سال کا ہو۔ (مسئلہ: ۵۹۳)

نمازِ جنازہ پڑھنے کا طریقہ

نماز کی پانچ تکبیریں ہیں اور اگر نماز پڑھنے والا پانچ تکبیریں اس ترتیب سے کہے تو کافی ہے۔

۱۔ نیت اور پہلی تکبیر کے بعد کہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه۔

۲۔ اور دوسری تکبیر کے بعد کہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ ...

۳۔ اور تیسری تکبیر کے بعد کہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ...

۴۔ اور چوتھی تکبیر کے بعد اگر میت مرد کی ہے تو کہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِهٰذَا الْمَيِّتِ ... اور اگر عورت کی ہے تو اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِهٰذِهِ الْمَيِّتِ ... کہے۔

۵۔ اور پھر پانچویں تکبیر کہے۔ نماز ختم ہو گئی۔

احکامِ نمازِ میت

** نمازِ میت، غسل، حنوط اور کفن دینے کے بعد پڑھی جائے اور اگر ان سے پہلے یا ان کے درمیان پڑھی گئی، اگرچہ بھول کر یا مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے ہو تو کافی نہیں ہے۔

** جو شخص نمازِ میت پڑھنا چاہتا ہے تو ضروری نہیں کہ اس نے وضو، غسل یا تیمم کیا ہوا ہو اور اس کا بدن اور لباس بھی پاک ہو اور اگر اس کا لباس غصبی بھی ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔ (مسئلہ: ۵۹۶)

** میت پر نماز پڑھنے والے کا منہ قبلہ کی طرف ہو اور یہ بھی واجب ہے کہ میت کو اس کے سامنے چت لٹایا گیا ہو، اس طرح کہ میت کا سر نماز پڑھنے والے کی دائیں طرف اور اس کے پاؤں بائیں طرف ہوں۔ (مسئلہ: ۵۹۷)

نماز

چھ نمازیں واجب ہیں

۱۔ نمازِ یومیہ
۲۔ نماز آیات
۳۔ نمازِ میت
۴۔ نمازِ طواف واجب خانۂ کعبہ
۵۔ ماں باپ کی قضا نمازیں جو بڑے بیٹے پر واجب ہیں۔
۶۔ وہ نماز جو اجارہ، نذر، قسم اور عہد کی وجہ سے واجب ہوگئی ہو۔

نمازِ یومیہ:

۱۔ نمازظہر ۔ چار رکعت
۲۔ نمازعصر ۔ چار رکعت
۳۔ نمازمغرب ۔ تین رکعت
۴۔ نمازعشا ۔ چار رکعت
۵۔ نمازصبح ۔ دو رکعت

اوقاتِ نماز:

نمازِ یومیہ کے اوقات

ظہر

- (مخصوص) اگر لکڑی یا اس قسم کی چیز کو سیدھا ہموار زمین میں گاڑ دیا جائے تو سایہ جب کمی کے آخری درجہ تک پہنچ کر دوبارہ بڑھنا شروع ہو تو معلوم ہوگا کہ ظہر شرعی کا وقت ہوگیا ہے۔
- (مشترک) نمازِ ظہر کے مخصوص اور نمازِ عصر کے مخصوص وقت کے درمیان ظہر اور عصر کا مشترک وقت ہے۔

عصر

- (مخصوص) نماز عصر کا مخصوص وقت وہ ہے جب مغرب سے اتنا وقت باقی رہ جائے کہ نماز عصر پڑھی جاسکے۔
- (مشترک) ظہر وعصر کے مخصوص وقت کا درمیانی وقت

مغرب

- (مخصوص) مغرب کا وقت وہ ہے جب طرفِ مشرق کی سرخی جو غروبِ آفتاب کے وقت پیدا ہوتی ہے ختم ہو جائے۔
- ... نماز مغرب کا وقت مخصوص اوّل مغرب سے تین رکعت پڑھ لینے کی مقدار تک ہے۔
- (مشترک) مغرب وعشاء کے مخصوص وقت کے درمیان نماز مغرب اور عشاء کا مشترک وقت ہے۔

عشاء

- (مخصوص) نماز عشاء کا مخصوص وقت وہ ہے جب آدھی رات سے نماز عشا پڑھنے کی مقدار بھر وقت رہ جائے۔
- (مشترک) مغرب وعشاء کے مخصوص وقت کے درمیان۔

فجر

- اذان صبح کے قریب مشرق کی طرف سے ایک سفیدی اوپر کی طرف اٹھتی ہے کہ جسے فجر اوّل (صبح کاذب) کہتے ہیں۔ جب وہ سفیدی پھیل جائے تو فجر دوم (صبح صادق) ہوگی اور وہ اوّل وقت نماز صبح ہے اور نماز صبح کا آخری وقت سورج نکلنے تک ہے۔

وقت نماز

احکام وقتِ نماز

۱۔ انسان اس وقت نماز شروع کرسکتا ہے جب خود اسے یقین ہوجائے یا اسے دو عادل مرد یہ کہیں کہ وقت داخل ہوگیا ہے۔

•••

۲۔ انسان کو چاہیئے کہ نماز عصر ظہر کے بعد اور عشاء مغرب کے بعد پڑھے اور اگر جان بوجھ کر اس نے عصر ظہر سے پہلے اور عشاء مغرب سے پہلے پڑھ لی تو باطل ہے۔

•••

۳۔ اگر وقت نماز اتنا تنگ ہو کہ بعض مستحبات بجالانے کی وجہ سے کچھ حصہ نماز کا خارج از وقت میں پڑھا جائے گا تو مستحبات بجا نہ لائے۔ مثلاً اگر قنوت پڑھنے کی وجہ سے نماز کا کچھ حصہ وقت کے بعد پڑھنا پڑے گا تو قنوت نہ پڑھے... (مسئلہ: ۷۴۷)

•••

۴۔ جس شخص کے پاس ایک رکعت پڑھنے کا وقت ہو تو وہ ادا کی نیت سے نماز پڑھے۔ البتہ اسے جان بوجھ کر اتنی تاخیر نہیں کرنی چاہیئے۔ (مسئلہ: ۷۴۸)

•••

۵۔ اگر گناہ کے طور پر یا کسی عذر کی وجہ سے نماز مغرب یا عشاء کو آدھی رات تک نہیں پڑھا تو احتیاط واجب یہ ہے کہ اذان صبح سے پہلے تک ادا و قضا کی نیت کے بغیر بجالائے۔

(مسئلہ: ۷۴۰)

•••

قبلہ

احکام قبلہ

سمت قبلہ تلاش کرنا

١۔ جو شخص نماز پڑھنا چاہتا ہے تو وہ قبلہ تلاش کرنے کی کوشش کرے، یہاں تک کہ یہ یقین کرلے کہ قبلہ کس طرف ہے۔

٢۔ یا اس شخص کی بات پر جو قواعد علمی کی رو سے قبلہ کو پہچانتا ہو اور محل اطمینان ہو، عمل کر سکتا ہے۔

٣۔ اگر یہ چیزیں ممکن نہ ہوں تو اس گمان پہ جو مسلمانوں کی مسجد کے محراب یا ان کو قبروں یا کسی اور ذریعے سے پیدا ہو جائے عمل کر سکتا ہے۔

قبلہ رو ہونے کا طریقہ

١۔ کھڑے ہو کر: اس طرح کھڑا ہو کہ لوگ کہیں یہ قبلہ رخ کھڑا ہے۔ (مسئلہ : ۷۷۷)

٢۔ بیٹھ کر: چاہیئے کہ بوقت نماز اس کا چہرہ، شکم اور سینہ قبلہ رخ ہوں

٣۔ لیٹ کر
- ١۔ داہنی کروٹ اس طرح لیٹے کہ اس کے بدن کا اگلا حصہ قبلہ رو ہو۔
- ٢۔ اگر ممکن نہ ہو تو بائیں کروٹ اس طرح لیٹے کہ اس کا بدن کا اگلا حصہ قبلہ رو ہو۔
- ٣۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اس طرح چت لیٹے کہ اس کے پاؤں کے تلوے قبلہ رو ہوں۔

نماز پڑھنے والے کا لباس

نماز پڑھنے والے کے لباس کی شرائط

۱۔ پاک ہو

۲۔ مباح ہو (غصبی نہ ہو)

۳۔ مردار کی جز نہ ہو

۴۔ حرام گوشت جانور سے نہ ہو

۵۔ اگر نمازی مرد ہے تو اس کا لباس خالص ریشم اور سونے کے تاروں سے بنا ہوا نہ ہو۔

لباس اور بدن کے پاک ہونے کے احکام

	لباس و بدن کی وضاحت	حکم نماز
۱	اگر کوئی شخص جان بوجھ کر نجس بدن یا لباس کے ساتھ نماز پڑھے۔	اس کی نماز باطل ہے
۲	جس شخص کو یہ معلوم نہ ہو کہ نجس بدن اور لباس کے ساتھ نماز باطل ہے اگر نجس بدن یا لباس کے ساتھ نماز پڑھے۔ (مسئلہ: ۸۰۰)	اس کی نماز باطل ہے
۳	اگر مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے اسے کسی نجس کے متعلق علم نہ ہو کہ یہ نجس ہے اور اسکے ساتھ نماز پڑھ لے۔	اسکی نماز باطل ہے
۴	اگر بھول جائے کہ اس کا بدن یا لباس نجس تھا اور حالت نماز میں یا اس کے بعد اسے یاد آجائے تو وہ اس نماز کو دوبارہ پڑھے اور اگر وقت گزر گیا ہے تو اس کی قضا کرے۔	اسکی نماز باطل ہے
۵	اگر اسے معلوم نہ ہو کہ اسکا بدن یا لباس نجس ہے اور نماز کے بعد اس معلوم ہو کہ نجس تھا تو	اسکی نماز صحیح ہے
۶	جس شخص کو اپنے لباس یا بدن کے پاک ہونے میں شک ہو۔ اگر نماز پڑھ لے اور نماز کے بعد اسے معلوم ہو کہ اس کا بدن یا لباس نجس تھا تو	اس کی نماز صحیح ہے
۷	اگر لباس پانی سے پاک کرے اور اسے یقین ہو جائے کہ پاک ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ نماز پڑھے اور نماز کے بعد اسے معلوم ہو کہ پاک نہیں ہوا تھا تو	اس کی نماز صحیح ہے

نماز پڑھنے والے کے
بدن و لباس کے احکام

پانچ صورتیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں نمازی کا بدن یا لباس نجس ہو تو بھی اس کی نماز صحیح ہے۔

نماز پڑھنے والے کا صرف لباس نجس ہو (۲ صورتیں)

۱۔ لباس کی چھوٹی چیزیں مثلاً جراب یا ٹوپی نجس ہو۔

۲۔ اس عورت کا لباس نجس ہو جو کسی بچے کی تربیت کرتی ہو۔

نماز پڑھنے والے کا صرف بدن یا لباس نجس ہو۔ (تین صورتیں)

۱۔ زخم، جراحت یا پھوڑے کی وجہ سے جو اس کے بدن میں ہے اس کا لباس یا بدن خون آلود ہو۔

۲۔ اس کا بدن یا لباس اس درہم سے کم مقدار خون آلود ہو کہ جو تقریباً ایک اشرفی کے برابر ہوتا ہے (تقریباً مقدار ایک چونی)۔

۳۔ نجس بدن یا لباس کے ساتھ نماز پڑھنے پر مجبور ہو۔

خون وغیرہ سے لباس یا بدن نجس ہونے کے بعض احکام

۱۔ بدن انسان یا حلال گوشت جانور کا خون اگرچہ بدن اور لباس کے کئی مقامات پر لگا ہو تو اگر مجموعۃً اس درہم سے کم ہو کہ جو تقریباً ایک اشرفی کے برابر ہے تو اس میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (مسئلہ: ۸۵۴)

۲۔ اگر بدن یا لباس پر خون نہ لگے لیکن خون سے مس ہونے کی وجہ سے نجس ہو جائے تو جتنا حصہ نجس ہوا ہے اگرچہ درہم سے کم ہو اس کے ہوتے ہوئے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ (مسئلہ: ۸۵۹)

۳۔ اگر خون اس لباس پر لگے کہ جس میں استر ہے اور استر تک پہنچ جائے یا استر پر لگے اور لباس کی باہر والی طرف تک پہنچ جائے تو ہر ایک کو علیحدہ شمار کیا جائے۔ لہذا اگر لباس اور استر کا خون درہم سے کم ہے تو نماز صحیح ہے۔

(مسئلہ: ۸۵۶)

۴۔ اگر نمازی کے چھوٹے کپڑے مثلاً ٹوپی اور جراب کہ جن سے شرمگاہ نہیں چھپائی جا سکتی نجس ہوں تو اگر وہ مردار اور حرام گوشت جانور سے تیار نہ کئے گئے ہوں تو ان کے ساتھ نماز صحیح ہے اور اگر انگوٹھی بھی نجس ہو تو اس کے ہوتے ہوئے نماز میں کوئی اشکال نہیں۔

(مسئلہ: ۸۶۰)

۵۔ اگر نمازی کے بدن یا لباس میں زخم، جراحت یا پھوڑے کا خون لگا ہو تو اگر اس طرح ہے کہ بدن یا لباس کا پاک کرنا یا بدلنا اکثر لوگوں کے لئے یا بالخصوص اس شخص کے لئے مشکل ہے تو جب تک یہ زخم جراحت یا پھوڑا درست نہ ہو جائے تو اس خون کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے اور یہی حکم ہے اگر وہ پیپ جو خون کے ساتھ باہر آتی ہے یا دوائی جو زخم کے اوپر لگی ہے نجس ہو گئی ہو اور وہ اس کے بدن یا لباس پر لگ جائے۔ (مسئلہ: ۸۴۸)

اذان واقامت

مرد اور عورت کے لئے مستحب ہے کہ پنجگانہ نماز سے پہلے اذان اور اقامت کہیں۔
(مسئلہ: ۹۱۵)

اذان *

اللہ اکبر	۴ مرتبہ
اشہدان لاالٰہ الاالله	۲ مرتبہ
اشہدان محمدارسول اللہ	۲ مرتبہ
اشہدان علیاولی اللہ*	۲ مرتبہ
حی علی الصلوٰۃ	۲ مرتبہ
حی علی الفلاح	۲ مرتبہ
حی علی خیرالعمل	۲ مرتبہ
اللہ اکبر	۲ مرتبہ
لاالٰہ الاالله	۲ مرتبہ

اقامہ *

اللہ اکبر	۲ مرتبہ
اشہدان لاالٰہ الاالله	۲ مرتبہ
اشہدان محمدارسول اللہ	۲ مرتبہ
اشہدان علیاولی اللہ*	۲ مرتبہ
حی علی الصلوٰۃ	۲ مرتبہ
حی علی الفلاح	۲ مرتبہ
حی علی خیرالعمل	۲ مرتبہ
قدقامت الصلوٰۃ	۲ مرتبہ
اللہ اکبر	۲ مرتبہ
لاالٰہ الاالله	۱ مرتبہ

و اشہدان علیاولی اللہ اذان واقامت کی جز نہیں البتہ اچھا ہے کہ اشہدان محمدارسول اللہ کے بعد قربت کی نیت سے کہا جائے۔ (مسئلہ: ۹۱۸)

ارکان نماز

نماز میں گیارہ چیزیں واجب ہیں

۱۔ نیت
۲۔ قیام
۳۔ تکبیرۃ الاحرام
۴۔ رکوع
۵۔ سجود
۶۔ قرأت
۷۔ ذکر
۸۔ تشہد
۹۔ سلام
۱۰۔ ترتیب
۱۱۔ موالات

واجبات نماز کی دو قسمیں ہیں

۱۔ رکن: ایسا واجب ہے کہ انسان اگر انہیں بجا نہ لائے یا نماز میں ان کا اضافہ کردے، جان بوجھ کر یا بھول کر تو تمام نماز باطل ہو جاتی ہے۔

۲۔ غیر رکن: جن کو اگر جان بوجھ کر کم یا زیادہ کرے تو نماز باطل ہے اور اگر بھول کر کمی یا زیادتی ہو جائے تو نماز باطل نہیں ہوتی۔

نماز کے ارکان پانچ ہیں

۱۔ نیت
۲۔ تکبیرۃ الاحرام
۳۔ قیام تکبیرۃ الاحرام کہنے کے وقت اور قیام متصل بر رکوع یعنی رکوع سے پہلے کھڑا ہونا۔
۴۔ رکوع
۵۔ دو سجدے

(مسئلہ: ۹۴۱)

۱۔ نیت

نیت کی اقسام

- **صحیح**
  - ۱۔ باقصد قربت : انسان نیت قربت سے نماز پڑھے یعنی فرمانِ الٰہی بجالانے کے لئے اور ضروری نہیں کہ نیت دل میں گزارے یا مثلاً زبان سے کہے کہ چار رکعت نماز ظہر پڑھتا ہوں قربۃ الی اللہ.
  - ۲۔ اوّل نماز سے لے کر آخر تک اپنی نیت پر باقی رہے۔
- **باطل**
  - ۱۔ نیت سے ہٹ جائے (غافل)۔ اگر اثناء نماز میں اتنا غافل ہو جائے کہ اگر اس سے پوچھیں کہ کیا کر رہے ہو تو اسے معلوم نہ ہو کہ کیا کرے تو اس کی نماز باطل ہے۔ (مسئلہ: ۹۴۴)
  - ۲۔ نوعِ نماز معلوم نہ ہو۔ مثلاً نماز ظہر یا عصر میں نیت یہ کرے کہ چار رکعت نماز پڑھتا ہوں اور معین نہ کرے کہ ظہر ہے یا عصر تو اس کی نماز باطل ہے۔ (مسئلہ: ۹۴۳)
  - ۳۔ ریاکاری
    - ۱۔ لوگوں کو دکھانے کے لئے (صرف لوگوں کو)
    - ۲۔ خدا اور لوگ دونوں اسکی نظر میں ہوں۔ (مسئلہ: ۹۴۵)
    - ۳۔ اس کی پوری نماز تو خدا کے لئے ہو لیکن لوگوں کو دکھانے کے لئے مخصوص جگہ مثلاً مسجد میں یا مخصوص وقت میں مثلاً اوّل وقت میں یا مخصوص طریقہ سے مثلاً جماعت کیساتھ نماز پڑھے (مسئلہ: ۹۴۶)

۲۔ تکبیرۃ الاحرام

تکبیرۃ الاحرام کے صحیح ہونے کی شرائط

۱۔ اللہ اور اکبر کے حروف اور اللہ اکبر کو ایک دوسرے کے فوراً بعد کہے۔

۲۔ صحیح عربی زبان میں کہے۔ (مسئلہ: ۹۴۷)

۳۔ احتیاط واجب یہ ہے کہ نماز کی تکبیرۃ الاحرام کو اس چیز سے نہ ملائے جو اس سے پہلے پڑھے مثلاً اقامت۔ (مسئلہ: ۹۴۸)

۴۔ کہنے کے وقت بدن ساکن ہو۔ (مسئلہ: ۹۵۰)

توجہ: اگر انسان چاہے کہ اللہ اکبر کو اس چیز کے ساتھ ملائے جو اسکے بعد پڑھنا چاہتا ہے مثلاً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تو اکبر کی "ر" کو پیش دے ("رُ" کو پیش کے ساتھ پڑھے)

(مسئلہ: ۹۴۹)

۳۔ قیام

قیام کی دو قسمیں ہیں

رکن
- تکبیرۃ الاحرام کہنے کے وقت کا قیام
- رکوع سے پہلے والا قیام جسے قیام متصل بہ رکوع کہتے ہیں۔

غیر رکن
- الحمد و سورۃ پڑھنے کے وقت کا قیام
- رکوع کے بعد کا قیام (مسئلہ: ۹۵۷)

واجبات قیام

۱۔ واجب ہے کہ تکبیر کہنے سے پہلے اور اس کے بعد تھوڑی دیر کھڑا رہے تاکہ اسے یقین ہو کہ قیام (کھڑے ہونے) کی حالت میں تکبیر کہی ہے۔ (مسئلہ: ۹۵۸)

۲۔ قیام کی حالت میں بدن میں حرکت نہ آئے۔

۳۔ کسی طرف نہ جھکے۔

۴۔ دونوں پاؤں میں زیادہ فاصلہ نہ ہو جو شخص سیدھا کھڑا ہو سکتا ہے اگر پاؤں زیادہ پھیلائے جو معمولاً قیام کی حالت کے خلاف ہو تو نماز باطل ہے۔ (مسئلہ: ۹۶۳)

۴- رکوع

احکام رکوع

رکوع

۱- اتنا خم ہو کہ انسان اپنے ہاتھ زانو پر رکھ سکے۔
(مسئلہ: ۱۰۲۱)

۲- جو شخص بیٹھ کر رکوع کرتا ہے تو اسے اتنا جھکنا چاہیئے کہ اس کا چہرہ زانو کے مدِ مقابل ہو جائے اور بہتر یہ ہے کہ اتنا جھکے کہ اس کا چہرہ سجدہ کی جگہ کے قریب تک پہنچے۔ (مسئلہ: ۱۰۲۶)

ذکرِ رکوع

۱- ذکر تین مرتبہ سبحان اللہ یا ایک مرتبہ سبحان ربّی العظیم وبحمدہ کی مقدار سے کم نہ ہو۔ (مسئلہ: ۱۰۲۷)

۲- رکوع میں واجب ذکر کی مقدار بدن میں سکون ہو اور مستحب ذکر میں بھی اگر اسے رکوع کے لئے دستور معینہ والے ذکر کی نیت سے بجا لائے تو احتیاط واجب یہ ہے کہ بدن کا سکون سے ہونا ضروری ہے۔
(مسئلہ: ۱۰۲۹)

۳- اگر اس سے پہلے کہ رکوع کی مقدار جھکے اور بدن سکون حاصل کرے۔ جان بوجھ کر رکوع کے ذکر کو کہے تو اس کی نماز باطل ہے۔

(مسئلہ: ۱۰۳۱)

۵۔ سجود

احکام سجود

سجود

۱۔ یہ ہے کہ پیشانی دونوں ہتھیلیاں، گھٹنوں کے سرے اور پاؤں کے دونوں انگوٹھوں کے سرے زمین پر رکھے۔
(مسئلہ: ۱۰۴۴)

۲۔ اگر ذکر سجدہ کہتے وقت سات اعضاء میں سے کسی ایک کو جان بوجھ کر زمین سے اٹھائے تو نماز باطل ہے۔ البتہ جس وقت ذکر میں مشغول نہیں، اگر پیشانی کے علاوہ کسی عضو کو اٹھا کر دوبارہ رکھے تو کوئی اشکال نہیں۔
(مسئلہ: ۱۰۵۲)

ذکر سجود

۱۔ ذکر کی مقدار تین مرتبہ سبحان اللّٰہ یا ایک مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ و بحمدہ سے کم نہ ہو۔
(مسئلہ: ۱۰۴۸)

۲۔ پہلے سجدہ کا ذکر ختم ہو جانے کے بعد بیٹھ جائے یہاں تک کہ بدن کے ساکن ہو جانے کے بعد دوبارہ سجدہ میں جائے۔
(مسئلہ: ۱۰۵۴)

۳۔ پیشانی اور جس چیز پر سجدہ کرنا ہے ان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو، پس اگر سجدہ گاہ اتنی میلی ہو کہ پیشانی خود سجدہ گاہ تک نہیں پہنچتی تو سجدہ باطل ہے۔ البتہ اگر مثلاً سجدہ گاہ کا صرف رنگ بدلا ہوا ہے تو کوئی حرج نہیں۔
(مسئلہ: ۱۰۵۸)

۶- قرأت و ذکر

احکام قرأت و ذکر

رکعت اوّل۔ دوم

۱۔ پنجگانہ نماز کی پہلی اور دوسری رکعت میں انسان کو چاہیئے کہ پہلے الحمد اور اس کے بعد ایک پورا سورہ پڑھے۔
(مسئلہ: ۹۷۷)

۲۔ مرد پر واجب ہے کہ الحمد اور سورۃ نماز صبح، مغرب اور عشاء میں بلند آواز سے پڑھے اور مرد و عورت پر واجب ہے کہ الحمد و سورہ نماز ظہر وعصر میں آہستہ پڑھے (مسئلہ: ۹۹۱)

۳۔ جہاں نماز بلند آواز سے پڑھنی ہے اگر جان بوجھ کر آہستہ آواز سے پڑھے تو نماز باطل ہے۔ ہاں اگر بھول گیا ہو یا مسئلہ نہ جانتا ہو تو صحیح ہے۔
(مسئلہ: ۹۹۴)

رکعت سوم چہارم

۱۔ نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں ایک دفعہ الحمد یا تین مرتبہ تسبیحات اربعہ کہے یعنی تین مرتبہ کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر، اور اگر ایک مرتبہ بھی تسبیحات اربعہ کہے تو کافی ہے اور یہ بھی کر سکتا ہے کہ ایک رکعت میں الحمد اور دوسری میں تسبیحات اربعہ کہے۔
(مسئلہ: ۱۰۰۴)

۲۔ تنگ وقت میں تسبیحات اربعہ کو ایک مرتبہ کہنا چاہیئے۔ (مسئلہ: ۱۰۰۵)

۳۔ مرد اور عورت پر واجب ہے کہ نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد یا تسبیحات اربعہ آہستہ پڑھیں۔ (مسئلہ: ۱۰۰۶)۔

۸۔ تشہد

تمام واجب نمازوں کی دوسری اور مغرب کی تیسری اور ظہر اور عصر اور عشاء کی چوتھی رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد انسان بیٹھ جائے اور بدن کے سکون کے وقت تشہد پڑھے یعنی کہے:
اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ اللّٰھم صلّ علی محمدٍ و آل محمد۔ (مسئلہ: ۱۰۹۸)

۹۔ سلام

آخری رکعت کے تشہد کے بعد مستحب ہے کہ بیٹھے ہوئے جب کہ بدن ساکن ہو۔ کہے: "السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ" اور اس کے بعد "السلام علینا و علی عباد اللّٰہ الصالحین" اور آخر میں "السلام علیکم" کہے اور مستحب یہ ہے کہ السلام علیکم کے ساتھ ہی و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ" بھی کہے۔

۱۰۔ ترتیب

اگر جان بوجھ کر نماز کی ترتیب بدل دے مثلاً سورہ کو الحمد سے پہلے پڑھ لے یا سجدے رکوع سے پہلے کرے تو اس کی نماز باطل ہے۔ (مسئلہ: ۱۱۰۶)

۱۱۔ موالات

انسان کو چاہیئے کہ وہ نماز موالات کے ساتھ پڑھے یعنی نماز کے افعال مثلاً رکوع و سجود و تشہد پے در پے بجالائے اور جو چیز نماز میں پڑھتا ہے وہ بطور معمول ایک دوسرے کے فوراً بعد پڑھے اور اگر ان کے درمیان اتنا فاصلہ ڈال دے کہ لوگ نہ کہیں کہ نماز پڑھ رہا ہے تو اس کی نماز باطل ہے۔ (مسئلہ: ۱۱۱۲)

کن چیزوں پر سجدہ کرنا صحیح نہیں ہے

۱۔ کھانے کی چیزوں پر

۲۔ پہننے کی چیزوں پر

۳۔ معدنیات پر (مثلاً سونا، چاندی، عقیق، فیروزہ)

(مسئلہ: ۱۰۴۷)

۴۔ درخت مو (انگور) کے پتوں پر اگر وہ تازہ ہوں۔ (احتیاط واجب کی بنا پر)۔

(مسئلہ: ۱۰۷۵)

۵۔ ایسے گھاس پر جو بعض شہروں میں کھائے جاتے ہیں اور بعض شہروں میں نہیں۔

۶۔ کچے میوے پر۔

(مسئلہ: ۱۰۷۸)

سجدہ کے لئے ہر چیز سے بہتر تربت سید الشہداء علیہ السلام اور اس کے بعد مٹی اور مٹی کے بعد پتھر اور پتھر کے بعد گھاس ہے۔

(مسئلہ: ۱۰۸۱)

مبطلات نماز

بارہ چیزیں نماز کو باطل کر دیتی ہیں

۱۔ یہ کہ اثنا نماز میں اس کی شرائط میں سے کوئی ایک شرط نہ رہے۔ مثلاً دوران نماز معلوم ہو جائے کہ مکانِ نماز غصبی ہے۔ (مسئلہ ۱۱۲۴)

۲۔ یہ کہ حالت نماز میں جان بوجھ کر یا بھول کر یا مجبوراً کوئی ایسی چیز درپیش ہو جو وضو یا غسل کو باطل کر دیتی ہے۔ مثلاً پیشاب اس سے خارج ہو۔ (مسئلہ ۱۱۲۴)

۳۔ جب ہاتھ باندھ لے۔ (مسئلہ: ۱۱۲۸)

۴۔ یہ کہ الحمد پڑھنے کے بعد آمین کہے۔ (مسئلہ: ۱۱۲۸)

۵۔ یہ کہ جان بوجھ کر یا بھول کر قبلہ کی طرف پشت یا قبلہ کی دائیں یا بائیں طرف مڑ جائے۔ بلکہ جان بوجھ کر یا بھول کر اتنا مڑ جائے کہ اسے قبلہ رُخ نہ کہیں، چاہے وہ دائیں یا بائیں طرف نہ پہنچے۔ (مسئلہ: ۱۱۲۸)

۶۔ عمداً بات کرنا۔

۷۔ آواز اور ترنم کے ساتھ جان بوجھ کر ہنسنا۔ (مسئلہ: ۱۱۴۸)

۸۔ کسی دنیاوی کام کیلئے بلند آواز سے گریہ کرنا۔

۹۔ وہ کام جو نماز کی شکل و صورت کو ختم کر دے مثلاً تالیاں بجانا یا اچھلنا یا اس قسم کے کام کرنا، تھوڑا ہو یا بہت، جان بوجھ کر کرے یا بھول کر، البتہ جو صورت نماز کو خراب نہ کرے۔ مثلاً ہاتھ سے اشارہ کرنا تو اس میں کوئی اشکال نہیں۔ (مسئلہ: ۱۱۴۹)

۱۰۔ کھانا پینا جب کہ وہ حالت نماز میں اسطرح کھائے پیئے کہ لوگ نہ کہیں کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے۔ (مسئلہ: ۱۱۵۱)

۱۱۔ دو رکعتی، تین رکعتی یا چار رکعتی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں شک کرنا۔ (مسئلہ: ۱۱۵۳)

۱۲۔ یہ کہ نماز کا رکن جان بوجھ کر یا بھول کر کم یا زیادہ کر دے یا جو چیز رکن نہیں ہے اسے جان بوجھ کر کم یا زیادہ کر دے۔ (مسئلہ: ۱۱۵۳)

وہ جگہیں جہاں واجب نماز کو توڑا جا سکتا ہے

۱۔ حفظ مال اور مالی و بدنی ضرر سے بچنے کے لئے کوئی حرج نہیں ہے۔ (مسئلہ: ۱۱۵۷)

...

اپنی جان کی حفاظت یا جسکی جان کی حفاظت واجب ہے یا ایسے مال کی حفاظت کرنا جسکی حفاظت کرنا ضروری ہے اگر نماز توڑنے کے بغیر ممکن ہو تو نماز نہ توڑے البتہ ایسے مال کے لئے نماز توڑنا جس کی کوئی اہمیت نہیں، مکروہ ہے۔ (مسئلہ: ۱۱۵۸)

...

۲۔ (قرض خواہ اس سے قرض کا مطالبہ کرے) اگر وسیع وقت میں نماز میں مشغول ہو اور حالت نماز میں اس کا قرض ادا کر سکتا ہے تو اسی حالت میں کرے اور اگر نماز توڑنے کے بغیر اسکا قرض ادا کرنا ممکن نہیں تو نماز توڑے اور اسکا قرض ادا کرے اور پھر نماز پڑھے۔ (مسئلہ: ۱۱۵۹)

...

۳۔ (اگر بمقدار رکوع جھکنے سے پہلے اسے یاد آجائے کہ اذان و اقامت بھول گیا تھا) اب اگر نماز کا وقت کافی ہے تو مستحب ہے کہ اذان و اقامت کے لئے نماز توڑے۔ (مسئلہ: ۱۱۶۲)

★★ جس شخص کو نماز توڑ دینی تھی اگر وہ نماز تمام کرے تو گنہگار ہوگا لیکن اس کی نماز صحیح ہے اگرچہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ دوبارہ نماز پڑھے۔ (مسئلہ: ۱۱۶۲)

شکیات نماز

شکیات تین قسم کے ہیں جنکی کل ۲۳ قسمیں ہیں

۱۔ وہ شک جو نماز کو باطل کر دیتے ہیں (۸ قسم)
۲۔ وہ شک جن کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے (۶ قسم)
۳۔ صحیح شک ۹ قسم کے ہیں۔

۲۳ قسم

نماز کو باطل کرنیوالے شک

باطل شک

۱۔ دو رکعتی نماز کی تعداد رکعات میں شک۔
۲۔ تین رکعتی نماز کی تعداد رکعات میں شک۔
۳۔ چار رکعتی نماز میں شک کرے کہ آیا ایک رکعت پڑھی ہے یا اس سے زیادہ۔
۴۔ چار رکعتی نماز میں دوسرا سجدہ پورا ہونے سے پہلے شک ہو کہ دو رکعتیں پڑھی ہیں یا زیادہ۔
۵۔ دو اور پانچ یا دو اور پانچ سے زیادہ رکعات میں شک۔
۶۔ تین اور چھ یا تین اور چھ سے زیادہ رکعات میں شک۔
۷۔ تعداد رکعات میں شک ہو کہ کتنی پڑھی ہیں۔
۸۔ چار اور چھ یا چار اور چھ سے زیادہ رکعات میں شک ہو جائے۔

(مسئلہ: ۱۱۶۶)

وہ شک جن کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے

۱	موقع و محل گزرنے کے بعد شک
۲	وقت گزرنے کے بعد شک
۳	سلام کے بعد شک
۴	کثیر الشک کا شک
۵	پیش نماز اور مقتدی کا تعداد رکعات میں شک
۶	نماز مستحبی میں شک

(مسائل: ۱۱۶۵ تا ۱۱)

صحیح شک

وظیفۂ شک / حالات شک	دوسرے سجدہ کے بعد	نماز میں کسی جگہ	کھڑے ہوئے
ایک رکعت نمازِ احتیاط کھڑے ہو کر یا ۲ رکعات بیٹھ کر	شک ۲ اور ۳ میں	۳ اور ۴	۴ اور ۵
۲ رکعات کھڑے ہو کر	شک ۲ اور ۴ میں	——	۳ اور ۵
۲ رکعات کھڑے ہو کر اور ۲ رکعات بیٹھ کر	شک ۲ اور ۳ اور ۴ میں	——	۳ اور ۴ اور ۵
۲ سجدۂ سہو	شک ۴ اور ۵ میں	——	۵ اور ۶

نوٹ۔ لیکن اگر ان تین شکوک میں سے کوئی شک پہلے سجدے کے بعد یا دوسرے سجدے سے سر اٹھانے سے پہلے پیش آئے تو نماز کو توڑ کر دوبارہ پڑھ سکتے ہیں۔ (مسئلہ: ۱۱۹۹)

وظیفۂ شک / حالتِ شک	دوسرے سجدہ کا ذکر ختم ہونے کے بعد	دورانِ نماز جس وقت بھی	حالتِ قیام میں
یہ سمجھے کہ تین رکعات پڑھی ہیں اور ایک رکعت اور پڑھے اور بنا بر احتیاط واجب نماز کے بعد ایک رکعت نماز احتیاط کھڑے ہو کر پڑھے۔	۲ اور ۳ میں	—	—
دو رکعات نماز احتیاط کھڑا ہو کر	۲ اور ۴ میں	—	۳ اور ۵ میں شک
دو رکعات نمازِ احتیاط کھڑا ہو کر اور دو رکعات بیٹھ کر	۲ اور ۳ اور ۴ میں	—	۳ اور ۴ اور ۵ میں شک
ایک رکعت کھڑے ہو کر یا دو رکعات بیٹھ کر	—	۳ اور ۴ میں شک	۴ اور ۵ میں شک
دو سجدۂ سہو بجالائے	۴ اور ۵ میں	—	—

نوٹ: اگر ان چار شکوک میں سے کوئی ایک شک پہلے سجدے کے بعد یا دوسرے سجدے کا ذکر تمام ہونے سے پہلے پیش آئے۔ (آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئی۔ مسئلہ: ۱۲۰۸)

نمازِ احتیاط

نمازِ احتیاط پڑھنے کا طریقہ
مسئلہ: ۱۲۱۲

۱۔ نیت: جس شخص پر نمازِ احتیاط واجب ہو تو اسے چاہیئے کہ نماز کے سلام کے فوراً بعد نمازِ احتیاط کی نیت کرے۔

۲۔ تکبیر: اور تکبیر کہے

۳۔ حمد: اور الحمد پڑھے

۴۔ رکوع: اور رکوع میں جائے

۵۔ سجدہ: اور دو سجدے کرے

نمازِ احتیاط

۱۔ سورہ نہیں ہے

۲۔ قنوت نہیں ہے

۳۔ اسے آہستہ پڑھنا چاہیئے

۴۔ اس کی نیت زبان پر نہ لائے

۵۔ احتیاطِ واجب یہ ہے کہ بسم اللہ بھی آہستہ کہے۔

(مسئلہ: ۱۲۱۳)

سجدۂ سہو

کن چیزوں کے لئے سجدۂ سہو بجالانا چاہیئے ؟

* نماز کے سلام کے فوراً بعد تین چیزوں کے لئے:

۱۔ یہ کہ نماز میں بھول کر بات کرے

۲۔ یہ کہ ایک سجدہ بھول جائے

۳۔ یہ کہ چار رکعتی نماز میں دوسرے سجدے کے بعد شک کرے کہ چار رکعتیں پڑھی ہیں یا پانچ ۔

* (اور دو دوسرے مقامات پر بھی احتیاط واجب یہ ہے کہ سجدۂ سہو کرے۔

۱۔ ایسی جگہ کہ جہاں نماز کے لئے سلام نہیں، مثلاً پہلی رکعت میں بھول کر سلام دے دے ۔

۲۔ یہ کہ تشہد بھول جائے

(مسئلہ: ۱۲۴۳)

ان پانچ چیزوں کیلئے سلام کے فورا بعد سجدۂ سہو بجالائیں

۱۔ نماز کی حالت میں سہواً بات کرنا

۲۔ جہاں نماز کا سلام نہ کہنا چاہیئے وہاں سلام کہنا مثلاً بھول کر پہلی رکعت میں سلام کہنا۔

۳۔ تشہد کا بھول جانا۔

۴۔ چار رکعتی نماز میں دوسرے سجدہ کا ذکر تمام کرنے کے بعد شک کرنا کہ چار رکعات پڑھی ہیں یا پانچ ۔

۵۔
- ۱۔ ایک سجدہ بھول جانا
- ۲۔ جہاں کھڑا ہونا چاہیئے (مثلاً حمد و سورۃ پڑھتے وقت) وہاں غلطی سے بیٹھ جانا ۔
- ۳۔ جہاں بیٹھنا چاہیئے (مثلاً تشہد پڑھتے وقت) وہاں غلطی سے کھڑے ہوجانا ان تینوں صورتوں میں احتیاطِ واجب کی بنا پر دو سجدۂ سہو بجالائے جائیں۔

(آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئیؒ، مسئلہ: ۱۲۴۵)

اگر سجدۂ سہو نماز کے سلام کے بعد جان بوجھ کر بجا نہ لائے تو گنہگار ہوگا اور واجب ہے کہ جتنا جلدی ہو سکے اسے بجا لائے اور اگر بھول کر بجا نہ لائے تو جب بھی یاد آئے فوراً بجا لائے اور یہ ضروری نہیں کہ نماز دوبارہ پڑھے۔ (مسئلہ: ۱۲۴۶) ★

سجدۂ سہو بجا لانے کا طریقہ

سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ نماز کے سلام کے بعد فوراً سجدۂ سہو کی نیت کرے اور پیشانی کسی ایسی چیز پر رکھے کہ جس پر سجدہ صحیح ہے اور کہے:

"بسم اللّٰہ و باللّٰہ وصلی اللّٰہ علی محمد و آلہ" یا "بسم اللّٰہ و باللّٰہ اللھم صل علی محمد و آل محمد"

لیکن بہتر یہ ہے کہ یہ کہے:

بسم اللّٰہ و باللّٰہ السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ

اس کے بعد بیٹھ جائے اور دوبارہ سجدہ میں جائے اور ان اذکار میں سے جو بتائے گئے ہیں کوئی ایک کہے اور بیٹھ جائے اور تشہد کے بعد سلام دے دے۔

(مسئلہ: ۱۲۴۷)

★ سجدۂ سہو بھول جانے کی صورت میں جب یاد آئے بنا بر احتیاط فوراً بجا لائے اور نماز دوبارہ پڑھنا ضروری نہیں۔ (آیۃ اللّٰہ العظمیٰ الخوئی، مسئلہ: ۱۲۵۵)

نمازِ مسافر

مسافر نماز (ظہر، عصر، عشاء) کو آٹھ شرطوں سے قصر بجالائے یعنی دو رکعات پڑھے۔

(مسئلہ: ۱۲۶۹ تا ۱۳۵۲)

آٹھ شرائط

۱۔ یہ کہ اس کا سفر آٹھ شرعی فرسخ سے کم نہ ہو۔ (تقریباً ۴۴ کلومیٹر)

۲۔ ابتدائے سفر سے آٹھ فرسخ کا قصد رکھتا ہو۔

۳۔ اثنائے راہ میں اپنے ارادہ کو نہ بدلے۔

۴۔ یہ کہ نہ چاہتا ہو کہ آٹھ فرسخ تک پہنچنے سے پہلے اپنے وطن سے گزرے یا دس دن یا دس دن سے زیادہ کسی جگہ رہے پس جو شخص یہ چاہتا ہو کہ آٹھ فرسخ تک پہنچنے سے پہلے اپنے وطن سے گزرے یا دس دن کسی جگہ رہے تو نماز پوری پڑھے۔

۵۔ کسی حرام کام کے لئے سفر نہ کرے۔

۶۔ انسان بادیہ نشین نہ ہو جو کہ صحراؤں میں گردش کرتے رہتے ہیں اور جہاں کہیں انہیں پانی اور خوراک ان کے لئے اور ان کے متعلقین کے لئے مل جائے وہیں رہ جاتے ہیں اور چند دن کے بعد دوسری جگہ چلے جاتے ہیں تو ایسے بادیہ نشین اپنے سفروں میں نماز پوری پڑھیں۔

۷۔ اس کا شغل سفر نہ ہو۔

۸۔ حدِ ترخص۔

تک پہنچ جائے، یعنی وطن یا اس جگہ سے جہاں دس دن رہنے کا قصد کیا ہے اتنی دُور چلا جائے کہ شہر کی دیوار نہ دیکھے اور اذان کی آواز نہ سنے۔

احکام شرطِ اوّل : (آٹھ فرسخ سے کم نہ ہو)

جس شخص کا سفر جانا اور آنا آٹھ فرسخ ہو، اگر اس کا جانا چار فرسخ سے کم نہیں تو نمازِ قصر پڑھے
اور اسی طرح اگر جانا تین فرسخ اور آنا پانچ فرسخ ہو تو نماز پوری پڑھے۔ ★

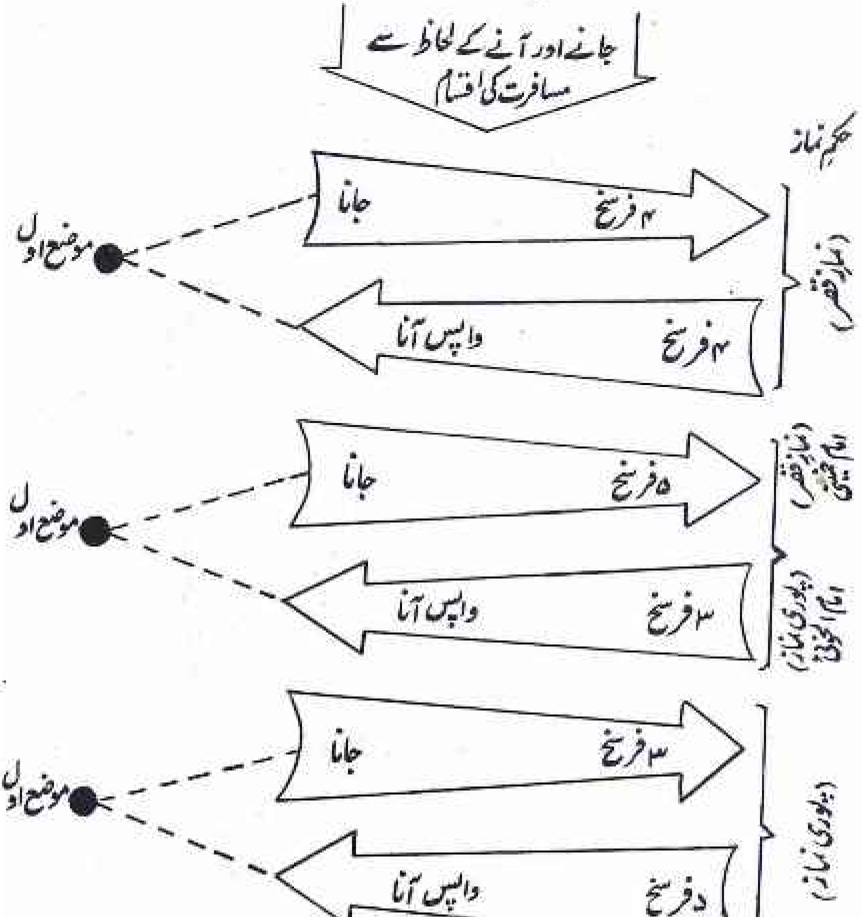

★ جس شخص کے جانے اور واپس آنے کی مسافت ملا کر آٹھ فرسخ ہو اور جانے کی مسافت اور اسی طرح واپسی کی مسافت چار فرسخ سے کم ہو تو اسے چاہیئے کہ نمازِ قصر کرکے پڑھے۔ اس بنا پر اگر جانے کی مسافت تین فرسخ اور واپسی کی پانچ فرسخ یا اس کے برعکس ہو تو اسے چاہیئے کہ نماز پوری یعنی چار رکعتی پڑھے۔
(آیۃ العظمیٰ الخوئیؒ، مسئلہ: ۱۲۸۱)

(مسئلہ: ۱۲۷۸)

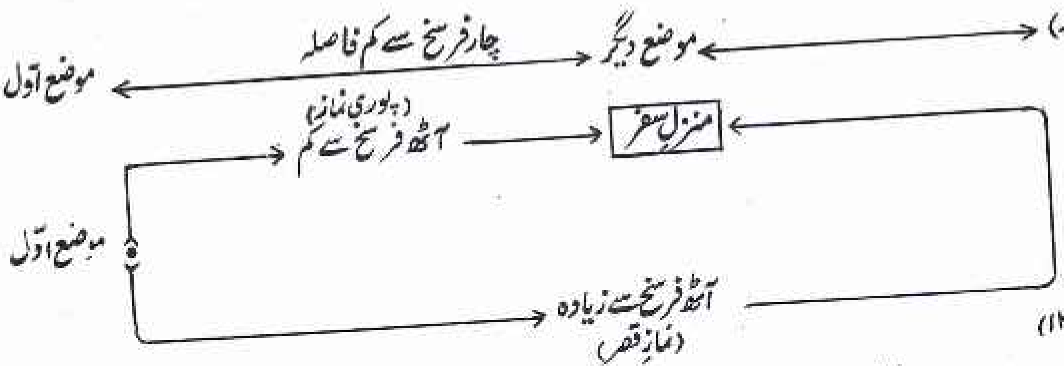

(مسئلہ: ۱۲۷۹)

(موضع اوّل سے مراد سفر کے آغاز کی جگہ ہے۔ مثلاً، انسان کا وطن)

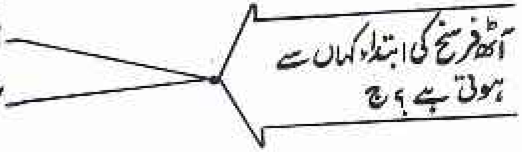

۱۔ اگر شہر کی دیوار ہے تو آٹھ فرسخ کی ابتداء شہر کی دیوار سے حساب کی جائے۔

۲۔ اگر شہر کی دیوار نہیں ہے تو شہر کے آخری گھروں سے حساب کیا جائے۔ (مسئلہ: ۱۲۸۰)

.. احکامِ شرطِ دوم (ابتدائے سفر سے آٹھ فرسخ کا قصد رکھتا ہو)

قصد

- ۱۔ ابتداء میں آٹھ فرسخ جانے کا قصد رکھتا ہو حدِ ترخص سے نکلتے ہی نماز قصر ہو جائے گی۔
- ۲۔ ابتداء میں قصد نہ ہو
  - ۱۔ ایسی جگہ کے لئے سفر کرے جو آٹھ فرسخ سے کم ہے اور وہاں پہنچنے کے بعد ایسی جگہ کا قصد کرے جو مسافرت شدہ مقدار سمیت آٹھ فرسخ ہو تو نماز پوری پڑھے۔
  - ۲۔ البتہ اگر وہاں سے آٹھ فرسخ کا قصد کرے یا چار فرسخ تک جانے اور اپنے وطن کی طرف یا ایسی جگہ کی طرف کہ جہاں دس دن رہنا چاہتا ہے، پلٹ آنے کا خیال ہو تو نماز قصر پڑھے۔
  - (مسئلہ: شرطِ دوم) *

---

* البتہ اگر وہ وہاں سے آٹھ فرسخ آگے جانے کا ارادہ کرے یا چار فرسخ جانا چاہتا ہو اور پھر چار فرسخ طے کر کے اپنے وطن یا ایسی جگہ واپس آنا چاہتا ہو جہاں اس کا دس دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو اسے چاہیئے کہ نماز قصر پڑھے۔ (آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئیؒ)

●● احکام شرط سوم (اثنائے راہ میں اپنے ارادہ کو نہ بدلے)

ترک سفر کی دو صورتیں ہیں

۱۔ چار فرسخ تک پہنچنے سے پہلے متزلزل ہو جائے یا اپنا ارادہ بدل لے (پوری نماز پڑھے)۔

۲۔ چار فرسخ تک پہنچنے کے بعد
- ۱۔ پختہ ارادہ ہو کہ پلٹ جانا ہے (نماز قصر پڑھے)۔ *
- ۲۔ پختہ ارادہ ہو کہ اسی جگہ ٹھہروں گا۔ (مسئلہ: ۱۲۸۸)
- ۳۔ دس دن کے بعد پلٹ جاؤں گا۔
- ۴۔ وہاں رہنے یا پلٹ جانے میں متزلزل ہو (نماز پوری پڑھے۔ (مسئلہ: ۱۲۸۷)

وہ مقامات جہاں سفر حرام ہونے کی وجہ سے نماز پوری پڑھے۔

۱۔ اگر کسی فعل حرام کے لئے مثلاً چوری کرنے کے لئے سفر کرے

۲۔ اگر وہ سفر کو ناحرام ہو مثلاً یہ کہ
- ۱۔ اس کے لئے مضر ہو
- ۲۔ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر
- ۳۔ یا بیٹا ماں باپ کے روکنے کے باوجود سفر کرے جبکہ وہ سفر ان پر واجب نہ ہو۔ (مسئلہ: ۱۲۹۴)

۳۔ جو سفر ماں باپ کی تکلیف کا باعث ہو۔

۴۔ اگر راستہ میں ارادہ کرے کہ باقی سفر کے لئے کرے گا۔ (مسئلہ: ۱۳۰۴)

●● اگر سیر و تفریح کے لئے سفر کرے تو حرام نہیں اور نماز بھی قصر پڑھے۔ (مسئلہ: ۱۲۹۹)

---

* پختہ ارادہ ہو کہ پلٹ جانا ہے اگرچہ دس دن سے کم مدت کے لئے ہی رہنا چاہتا ہو۔ قصر پڑھے۔ (آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئی)

وہ مقامات جہاں سفر حرام ہونے کی وجہ سے نماز پوری پڑھے۔

- ۱۔ اگر کسی فعل حرام کے لئے مثلاً چوری کے لئے سفر کرے
- ۲۔
  - ۱۔ سفر میں ایسا ضرر پنہاں ہو جس کی جانب پیش قدمی شرعاً حرام ہو۔
  - ۲۔ عورت کا اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر سفر کرنا، جبکہ وہ اس سفر میں شوہر کی نافرمان شمار ہو۔
  - ۳۔ فرزند اپنے ماں باپ کے منع کرنے کے باوجود سفر کرے اور اسے نافرمان کہا جائے۔

ان کے سفر کی دو صورتیں ہیں

- ۱۔ سفر غیر واجب (پوری نماز) پڑھے
- ۲۔ سفر واجب مثل حج نماز قصر

(بمطابق فتاویٰ آیۃ اللہ العظمیٰ السید الخوئیؒ)

کوئی شکار کیلئے جائے اس کی تین صورتیں ہیں

۱۔ اگر لہو و لعب اور خوش وقتی کے لئے شکار کو جائے۔
(پوری نماز پڑھے)

۲۔ اپنی روزی مہیا کرنے کے لئے جائے۔
(نماز قصر ہوگی)

۳۔ تجارت اور مال کو زیادہ کرنے کے لئے جائے، احتیاط واجب یہ ہے کہ نماز قصر بھی پڑھے اور پوری بھی البتہ روزہ نہ رکھے)۔ *

(مسئلہ: ۱۲۹۸)

اگر کوئی شکار کے لئے جائے اس کی تین صورتیں ہیں۔

* ۱۔ اگر کوئی شخص کھیل تماشے یا خوش وقت گزارنے کے لئے شکار کو جائے تو اس کی نماز جاتے وقت پوری ہے اور واپسی پر اگر مسافت کی حد پوری ہو تو قصر ہے۔

۲۔ اگر حصول معاش کی خاطر شکار کو جائے تو نماز قصر ہوگی۔

۳۔ اگر کمائی افزائش دولت کے لئے جائے اس کے لئے بھی یہی حکم ہے اگرچہ اس صورت میں احتیاط یہ ہے کہ نماز قصر کر کے بھی پڑھے اور پوری بھی پڑھے۔

(آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئی)

جس کا شغل سفر ہو

۱۔ شتربان، ڈرائیور، چوکیدار، کشتی بان اور اسی قسم کے لوگ پہلے سفر کے علاوہ نماز پوری پڑھیں۔ *

۲۔ جس شخص کا سال کے کچھ دن شغل سفر ہوتا ہے مثلاً وہ ڈرائیور جو صرف گرمیوں یا سردیوں میں اپنی موٹر کرایہ پر دیتا ہے تو جس سفر میں وہ اپنے کام میں مشغول ہے نماز پوری پڑھے اور احتیاطاً مستحب یہ ہے کہ قصر اور تمام دونوں پڑھے۔

(مسئلہ: ۱۳۱۰)

۳۔ جس شخص کا شغل سفر ہو اگر وطن کے علاوہ کسی جگہ دس دن رہ جائے تو پہلا سفر جو دس دن کے بعد کرے نماز قصر پڑھے، چاہے پہلے سے دس دن رہنے کا ارادہ رکھتا ہو یا نہیں۔ **

(مسئلہ: ۱۳۱۲)

---

* ڈرائیور، ساربان، چوکیدار اور ملاح وغیرہ اگرچہ وہ اپنے گھر کا سامان لے جانے کے لئے سفر کریں، نماز پوری پڑھیں، ان کے ساتھ وہ شخص ملحق ہو جاتا ہے (یعنی اسے بھی نماز پوری پڑھنے پڑیگی) جو کسی دوسری جگہ پر کام کرتا ہو لیکن دنوں کی قابل شمار مقدار مثلاً ایک مہینہ دس یا زیادہ دنوں تک سفر سے لوٹ آتا ہو۔ مثلاً وہ شخص جس کی رہائش ایک جگہ ہو اور کام (مثلاً تجارت یا درس و تدریس) دوسری جگہ کرتا ہو۔

** چوپان کے علاوہ جس کا شغل سفر ہو اگر وہ اپنے وطن کے علاوہ کسی اور جگہ دس دن کے قصد سے رہے یا اپنے وطن میں ہی دس دن رہے خواہ ایسا کرنا بغیر قصد کے ہی کیوں نہ ہو تو دس دن کے بعد جب وہ پہلا سفر کرے تو نماز پوری پڑھے اگرچہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ نماز قصر اور پوری ملا کر پڑھے۔ (آیۃ اللہ العظمیٰ الامام الخوئی)

قضا نماز

قضا نماز روزے کے احکام

- ۱- خود اپنی قضا نمازیں
  - ۱- جس شخص نے اپنی واجب نماز وقت کے اندر نہیں پڑھی تو وہ اس کی قضا دے
  - ۲- اگر وقت نماز کے بعد اسے معلوم ہو جائے کہ جو نماز میں نے پڑھی تھی وہ باطل ہے تو وہ اس کی قضا دے۔ (مسئلہ: ۱۳۷۰)
- ۲- باپ کی قضا نمازیں اور روزے بڑے بیٹے پر واجب ہیں
  - ۱- بڑا بیٹا جانتا ہو کہ اسکے باپ کی نمازیں قضا ہیں۔
    - ۱- وہ جانتا ہو کہ بجا نہیں لایا
      - ۱- اس کی موت کے بعد بڑا بیٹا بجا لائے۔
      - ۲- یا اس کے لئے کسی کو اجیر بنائے
    - ۲- شک ہو کہ اس نے ان کو بجا لایا ہے یا نہیں تو احتیاط واجب یہ ہے کہ اس کی قضا دے۔
  - ۲- اگر بڑے بیٹے کو شک ہو کہ اس کے باپ کے ذمے قضا نمازیں اور روزے تھے یا نہیں تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں۔

جن مقامات پر نماز باجماعت پڑھنا چاہیئے

۱۔ جس شخص د نماز جماعت کے علاوہ ہر نماز میں وسواس پر قابو نہ ہو۔ *

۲۔ اگر ماں باپ اپنے بیٹے کو حکم کریں کہ نماز باجماعت پڑھے تو چونکہ ماں کی اطاعت واجب ہے اس لئے احتیاط واجب کی بنا پر اسے نماز باجماعت پڑھنا ہوگی لیکن قصد استحباب کے ساتھ۔ **

۳۔ جو شخص الحمد و سورۃ یا نماز کے دوسرے حصے کو بخوبی نہیں جانتا اور سیکھ سکتا ہے اگر وقت وسیع ہو تو اسے سیکھنا چاہیئے اور اگر وقت تنگ ہو تو بنا بر احتیاط واجب حتی الامکان نماز جماعت کے ساتھ پڑھے۔ ***

---

* جس شخص کو نماز میں اس قدر وسواس ہوتا ہو کہ نماز کے باطل ہونے کا موجب ہو اور صرف نماز جماعت سے ہی اسے نجات ملتی ہو۔ (الامام الخوئیؒ)

** اگر ماں باپ اپنے بیٹے کو نماز باجماعت پڑھنے کا حکم دیں تو اگر فرزند کا نماز جماعت ترک کرنا نافرمانی کا موجب بنتا ہو تو اس پر نماز باجماعت واجب ہو جاتی ہے ورنہ واجب نہیں۔

(الامام الخوئیؒ)

*** اگر کوئی شخص الحمد و سورہ اور نماز کے دوسرے حصے بخوبی نہ جانتا ہو لیکن انہیں سیکھنے پر قادر ہو تو اسے چاہیئے کہ اگر نماز کا وقت وسیع ہو تو سیکھے اگر وقت تنگ ہو تو حتی الامکان نماز جماعت کے ساتھ پڑھے۔ (الامام الخوئیؒ)

نماز باجماعت کی صفوں کی ترتیب

• اگر امام محراب میں ہو اور اسکے پیچھے کوئی شخص نماز نہ پڑھ رہا ہو تو وہ لوگ جو محراب کے دائیں یا بائیں کھڑے ہیں اور محراب کی دیوار کی وجہ سے امام کو نہیں دیکھ سکتے وہ امام کی اقتداء نہیں کرسکتے بلکہ کوئی شخص امام کے پیچھے کھڑا ہو اور اسکے دائیں بائیں کھڑے اشخاص محراب کی دیوار کی وجہ سے امام کو نہ دیکھ سکتے ہوں تو بھی انکی نماز میں اشکال ہے۔ (مسئلہ: ۱۴۱۱)

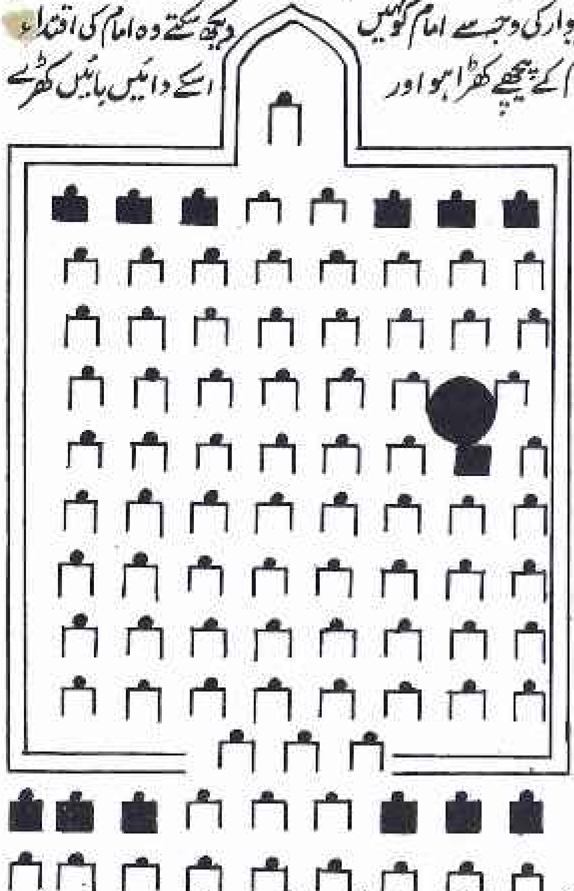

• جو شخص ستون کے پیچھے کھڑا ہو دائیں یا بائیں طرف سے امام تک مقتدیوں کی وساطت سے متصل نہ ہو تو وہ اقتداء نہیں کرسکتا بلکہ اگر دونوں طرف سے متصل ہو مگر آگے کی طرف سے متصل نہ ہو تو اس کی نماز جماعت میں اشکال ہے۔

• اگر نماز جماعت کی صفیں مسجد کے دروازے تک پہنچ جائیں تو جو شخص مسجد کے دروازے میں اگلی صف کے پیچھے کھڑا ہے اسکی نماز صحیح ہے اور اسطرح ان لوگوں کی نمازیں بھی صحیح ہیں جو اس شخص کے پیچھے کھڑے ہوں لیکن ان لوگوں کی نماز جو اسکے دائیں یا بائیں کھڑے ہوں اور اپنی اگلی صفوں کو نہ دیکھ رہے ہوں، اشکال رکھتی ہے* (مسئلہ: ۱۴۱۳)

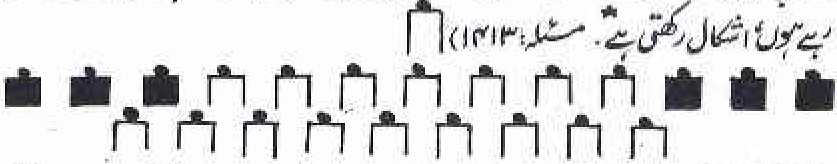

* بلکہ ان لوگوں کی نماز بھی صحیح ہے جو دونوں طرف کھڑے نماز پڑھ رہے ہوں اور کسی دوسرے مقتدی کے توسط سے جماعت سے متصل ہوں۔ آیۃ اللہ ا الخوئی (مسئلہ: ۱۴۲۲)

شرائط امام جماعت

۱۔ بالغ
۲۔ عاقل
۳۔ شیعہ اثنا عشری
۴۔ عادل
۵۔ حلال زادہ
۶۔ نماز صحیح پڑھتا ہو
۷۔ احتیاط واجب کی بنا پر مرد ہونا چاہیئے۔ *

(مسئلہ: ۱۴۵۳)

جس امام کو عادل سمجھتا تھا اب اگر شک کرے کہ وہ اپنی عدالت پر باقی ہے یا نہیں، تو اس امام کی اقتداء کر سکتا ہے۔ (مسئلہ: ۱۴۵۱)

کون کس کی اقتداء نہیں کر سکتا؟

۱۔ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھنے والے کی۔
۲۔ بیٹھ کر نماز پڑھنے والا لیٹ کر نماز پڑھنے والے کی۔
(مسئلہ: ۱۴۵۲)
۳۔ احتیاط واجب کی بنا پر لیٹ کر نماز پڑھنے والا۔ **
(مسئلہ ۱۴۵۶)

---

* اگر مقتدی مرد ہو تو اس کا امام بھی مرد ہونا چاہیئے۔ (آیۃ العظمیٰ الخوئیؒ) (مسئلہ: ۱۴۶۲)

** لیٹ کر نماز پڑھنے والے کی نماز میں اشکال ہے اگر وہ لیٹ کر یا بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی اقتداء کرے۔ (آیۃ العظمیٰ الخوئیؒ) (مسئلہ: ۱۴۶۵)

ماموم کے فرائض

۱۔ امام سے آگے کھڑا نہیں ہونا چاہیئے۔

۲۔ الحمد اور سورہ کے علاوہ باقی تمام اذکار خود پڑھے۔ ہاں اگر امام کی تیسری یا چوتھی رکعت ماموم کی پہلی یا دوسری رکعت ہو تو پھر ماموم کو الحمد اور سورہ بھی پڑھنی پڑے گی۔

(مسئلہ: ۱۴۵۸)

۳۔ اگر ماموم صبح، مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعات میں امام کی قرأت کی آواز سُن رہا ہو تو اگرچہ وہ کلمات کو علیحدہ علیحدہ نہ سمجھ رہا ہو تو اسے الحمد اور سورہ نہیں پڑھنا چاہیئے اور اگر امام کی آواز کو نہیں سن رہا تو پھر مستحب یہ ہے کہ الحمد اور سورہ کو آہستہ آہستہ پڑھتا رہے۔

(مسئلہ: ۱۴۵۹)

۴۔ ماموم کو چاہیئے کہ نماز ظہر اور عصر کی پہلی اور دوسری رکعت میں الحمد اور سورہ نہ پڑھے۔ مستحب ہے کہ اس کی جگہ صرف ذکر پڑھتا رہے۔

(مسئلہ: ۱۴۶۳)

۵۔ ماموم کو امام سے پہلے تکبیرۃ الاحرام نہیں کہنا چاہیئے۔ بلکہ احتیاط واجب یہ ہے کہ جب تک امام پوری تکبیر تمام نہ کر لے ماموم تکبیرۃ الاحرام نہ کہے۔

(مسئلہ: ۱۴۶۴)

نمازِ آیات

نمازِ آیات چار چیزوں کی وجہ سے واجب ہوتی ہے

۱۔ سورج گرہن
۲۔ چاند گرہن
} اگرچہ ان کے کچھ حصے کو ہی گرہن لگے اور انسان اس کی وجہ سے خوفزدہ نہ ہوا ہو۔

۳۔ زلزلہ (اگرچہ اس سے کسی کو خوف لاحق نہ ہو)۔

۴۔ بجلی کی کڑک و گرج، سرخ اور سیاہ آندھی اور اس قسم کی چیزیں کہ جن سے عام لوگ خوفزدہ ہو جائیں۔ احتیاط واجب کی بنا پر وحشتناک حادثات جیسے زمین کا پھٹ جانا اور دھنس جانا جس سے اکثر لوگ خوفزدہ ہو جائیں ان سب کے لئے نمازِ آیات پڑھی جائے۔

احکام نماز آیات

۱۔ جن چیزوں کے لئے نماز آیات واجب ہوتی ہے وہ جن جس شہر میں واقع ہوں گی صرف اسی شہر کے لوگوں کے لئے نماز آیات پڑھنی واجب ہوگی۔ دوسری جگہ کے رہنے والوں پر نماز واجب نہیں۔ (متفق علیہ)، ہاں اگر دونوں جگہیں اتنی قریب ہوں کہ دونوں ایک شہر شمار ہوتی ہوں تو نماز آیات دونوں جگہ کے رہنے والوں پر واجب ہوگی۔ (مسئلہ: ۱۴۹۴)

۲۔ جب سورج یا چاند گرہن شروع ہو جائے تو انسان کو اسی وقت نماز آیات پڑھنی چاہیئے۔ (متفق علیہ) اور بنا بر احتیاط واجب نماز میں اتنی تاخیر نہ کرے کہ گرہن ختم ہونا شروع ہو جائے۔ *

۳۔ جب زلزلہ یا بجلی کی کڑک وغیرہ ہو تو انسان کے لئے فوراً نماز آیات پڑھنا واجب ہے اور اگر نہ پڑھے تو گنہگار ہوگا اور آخر عمر تک اس پر واجب رہے گی۔ اور جب بھی اس کو بجا لائے وہ ادا ہوگی۔ **

مسئلہ: ۱۴۹۵)

۴۔ اگر سورج یا چاند گرہن کے ختم ہونے کے بعد معلوم ہو کہ سارے سورج یا چاند کو گرہن لگا تھا تو نماز آیات کی قضا ادا کرنا واجب ہے لیکن اگر معلوم ہو کہ کچھ مقدار گرہن لگا تھا تو اس کی قضا واجب نہیں ہے۔

---

* اور بہتر یہ ہے کہ نماز ادا کرنے میں اتنی دیر نہ کرے کہ گرہن ختم ہونا شروع ہو جائے۔ (الامام الخوئیؒ)۔

** جب کبھی زلزلہ، رعد اور برق وقوع پذیر ہوں تو انسان کو چاہیئے کہ فوراً نماز آیات پڑھے یعنی اتنی جلدی پڑھے کہ لوگوں کی نظر میں تاخیر کرنا شمار نہ ہو۔ اگر تاخیر کرے تو گنہگار ہوگا اور بنا بر احتیاط نماز پڑھتے وقت ادا اور قضا کی نیت نہ کرے۔ (آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئیؒ)

نماز آیات پڑھنے کے دو طریقے ہیں:

نماز آیات دو رکعت ہوتی ہے اور ہر ایک رکعت میں پانچ رکوع ہوتے ہیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ:

پہلا طریقہ:

۱۔ نیت کرے۔

۲۔ تکبیر کہے۔

۳۔ الحمد اور ایک سورہ تمام پڑھ لے۔

۴۔ رکوع میں چلا جائے اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد کھڑا ہو جائے۔

۵۔ دوبارہ ایک بار الحمد اور ایک سورہ پڑھ کر رکوع میں چلا جائے اور اس طرح پانچ دفعہ الحمد اور سورہ پڑھ کر رکوع میں چلا جائے اور پانچویں دفعہ رکوع کر کے جب سر اٹھائے تو سجدہ میں جائے اور پھر کھڑا ہو کر پہلی رکعت کی طرح ایک رکعت اور بجالائے، پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے۔

(مسئلہ: ۱۵۰۴)

دوسرا طریقہ:

۱۔ نیت۔

۲۔ تکبیر۔

۳۔ الحمد پڑھے

۴۔ ایک سورہ کی آیات کو پانچ حصوں میں تقسیم کرے اور ایک آیہ یا اس سے زیادہ پڑھے۔

۵۔ رکوع میں چلا جائے۔

۶۔ رکوع سے اٹھ کر الحمد پڑھے بغیر اسی سورہ کا دوسرا حصہ پڑھے اور پھر رکوع میں چلا جائے۔ اسی طرح پانچویں رکوع سے پہلے سورہ ختم کرے۔ مثلاً سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کے ارادے سے:

- اوّل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے اور رکوع میں چلا جائے۔
- دوم: اور پھر کھڑا ہونے کے بعد کہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور رکوع میں چلا جائے۔
- سوم: اور پھر کھڑے ہو کر صرف اَللّٰهُ الصَّمَدُ کہے اور رکوع میں جائے۔
- چہارم: اور پھر کھڑے ہو کر صرف لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ کہے اور رکوع میں

چلا جائے۔

پنجم: پھر کھڑے ہو کر وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ کہے اور رکوع میں چلا جائے، پھر رکوع سے اٹھ کر دو سجدے بجا لانے کے بعد کھڑے ہو کر دوسری رکعت کو پہلی رکعت کی طرح بجا لائے اور دوسرے سجدے سے اٹھنے کے بعد تشہد پڑھ کر سلام بجا لائے۔ (مسئلہ: ۱۵۰۴)

(ضمیمہ)

فقہی اصطلاحات

توضیح المسائل کا اُردو ترجمہ پڑھنے والوں کو اکثر اوقات فقہی اصطلاحات کے معانی سمجھنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے ان کی آسانی کے لئے ضروری فقہی اصطلاحات کے معانی یہاں پر پیش کئے جا رہے ہیں۔

تشریح	اصطلاح
	(الف)
زمین سے نکلنے والا اور بہتا ہوا پانی، جیسے چشمہ، نہر یا کنویں کا پانی.	آب جاری
وہ پانی جو کُر سے کم ہو اور زمین سے بھی نہ نکلے.	آب قلیل
پانی کی وہ مقدار کہ جو ساڑھے تین بالشت چوڑائی ساڑھے تین بالشت لمبائی اور اتنی ہی گہرائی میں سما سکے. وزن کے اعتبار سے اس کی مقدار ۳۷۷,۴۱۹ کلوگرام ہے.	آب کُر
وہ پانی جو کسی چیز سے حاصل کیا گیا ہو جیسے عرقِ گلاب یا وہ پانی جو کسی چیز سے اس طرح مخلوط ہو جائے کہ اسے پانی نہ کہا جا سکے جیسے شربت.	آب مضاف
وہ پانی جو کسی چیز سے مخلوط نہ ہو اور اگر ہو بھی تو اس	آب مطلق

اصطلاح	تشریح
	طرح نہ ہو کہ عرفِ عام میں اسے پانی نہ کہا جا سکے۔
آلاتِ لہو و لعب	عیاشی اور ناجائز طریقے سے وقت گزارنے کے آلات جیسے ستار سارنگی وغیرہ۔
ابن السبیل	وہ مسافر جو دورانِ سفر فقیر ہو جائے۔
اجارہ	وہ قرارداد جس کے ذریعے سے مال کے منافع یا کسی کام کے بدلے مقرر شدہ اجرت دی جائے۔ مثلاً: کوئی چیز مقرر شدہ کرایہ پر دینا یا کسی مزدور سے طے شدہ اجرت پر کام لینا۔
اجزا و شرائط	ہر وہ کام جس کا فقدان کسی چیز کے لئے بنیادی طور پر نقصان دہ ہو، وہ اس کا جز شمار ہوتا ہے اور ہر وہ کام جس کا فقدان کسی چیز کی مطلوبہ صفت یا حالت کو متغیر کر دے وہ اس چیز کی شرط شمار ہوتا ہے۔ مثلاً رکوع و سجود کا فقدان نماز کے لئے بنیادی طور پر نقصان دہ ہے لیکن طہارت اور خشوع و خضوع کا نہ ہونا نماز کے دو اوصاف یعنی صحت و کمال کو ختم کر دیتا ہے یعنی نماز تو ہے لیکن صحیح یا کامل نہیں ہے۔ پس رکوع و سجود جز، نماز، وضو شرطِ صحتِ نماز اور خشوع

تشریح	اصطلاح
وخضوع شرطِ کمالِ نماز ہے۔	
جو طے شدہ قرار داد کے مطابق کسی کام کے انجام دینے پر اجرت حاصل کرے۔	اجیر
وہ عمل جس کے ذریعے انسان یہ اطمینان حاصل کرے کہ اس نے حکمِ واقعی کے مطابق عمل انجام دے دیا ہے۔	احتیاط
احتیاط واجب سے ہے (کلمۂ لازم کی طرف رجوع کیا جائے)۔	احتیاط لازم
فقیہ کے فتویٰ کے علاوہ ایسی احتیاط جس پر عمل کرنا ضروری نہیں ہوتا۔	احتیاطِ مستحب
ایسی احتیاط کا حکم جس کے ہمراہ فتویٰ نہ ہو ایسے مسائل میں مقلد دوسرے مجتہد کے فتویٰ پر عمل کر سکتا ہے۔	احتیاطِ واجب
یہ اصطلاح ہر ایسی جگہ پر احتیاطِ واجب کے معنی میں ہوتی ہے جہاں فقیہ کا فتویٰ مذکور نہ ہو لیکن اگر کسی جگہ پر اس اصطلاح کے ہمراہ مجتہد کا فتویٰ موجود ہو تو اس کا مطلب حسنِ احتیاط پر تاکید ہے۔	احتیاط ترک نہ کرے
ایجاد کرنا، بنانا	احداث
واجب، حرام، مباح، مستحب، مکروہ۔	احکامِ خمسہ
احتیاط کے مطابق۔	احوط

تشریح	اصطلاح
زمین کو زندہ کرنا یعنی انسان ناقابلِ کاشت اور بنجر زمین کو زراعت یا رہائش سے قابل استفادہ بنائے۔	احیاءِ زمین
چھپانا۔	اخفاء
آہستہ پڑھنا۔	اخفات
خمس سے استفادہ کرنے والے لوگ (مستحقین خمس)۔	ارباب خمس
صنعت و حرفت اور تجارت وغیرہ سے حاصل ہونے والے منافع۔	ارباحِ مکاسب
پورے بدن کا پانی میں ڈبونا۔ وضو اور غسل ارتماسی کے مسائل کی طرف رجوع کیا جائے۔	ارتماس
وارثوں کو ملنے والا متوفی کا ترکہ۔	ارث
آلودگی اور نجاست کو دُور کرنے کی کوشش جس کے تین موقع ہوتے ہیں: ۱۔ پیشاب سے استبراء جس کی وضاحت توضیح المسائل میں مذکور ہیں۔ ۲۔ مجامعت کے استبراء یعنی مجامعت کے بعد یہ اطمینان حاصل کرنے کے لئے پیشاب کرنا کہ	استبراء

اصطلاح	تشریح
	منی کے ذرات باقی نہیں رہے۔
	۲۔ نجاست خوار حیوان کا استبرا یعنی حیوان کو نجاست کھانے سے اتنی مدت تک روکے رکھنا کہ طبیعی خوراک کھانے کا عادی ہو جائے۔ اس کی کیفیت توضیح المسائل میں مذکور ہے۔
استفتاء	کسی حکم شرعی کے بارے میں مجتہد سے فتویٰ طلب کرنا۔
استطاعت	فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے مالی، بدنی یا سفر کی توانائی کا حصول۔ تفصیلات کے لئے توضیح المسائل دیکھیں۔
اشکال ہے	ایسا عمل شرعی ذمہ داری ادا کرنے کا موجب نہیں بنتا اور اس پر عمل نہیں ہونا چاہیئے، ایسے مواقع پر دوسرے مجتہد کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔
اضطرار	مجبوری
اظہر	فتوی کے معنی رکھتا ہے۔
اعدل	سب سے زیادہ عادل۔
افضاء	مقامِ حیض اور مقامِ پیشاب یا مقامِ حیض اور مقامِ پاخانہ یا ان تینوں کا ایک ہو جانا۔
اقامہ معروف	ہر اس نئے کام کو رواج دینا جس کے نفاذ کا شریعت

اصطلاح	تشریح
	نے حکم دیا ہو۔
اقرب یہ ہے	فتویٰ یہ ہے مگر یہ کہ ضمن کلام میں کوئی ایسا قرینہ پایا جائے جس سے معلوم ہو جائے کہ فتویٰ نہیں ہے۔
اقویٰ	فتویٰ۔
امالہ	اینمہ (حقنہ)۔
امساک	کسی کام سے باز رہنا۔
اموالِ محترمہ	اسلامی قوانین کے نزدیک قابل احترام اموال، مثلاً: مالِ یتیم وغیرہ۔
امورِ حسبیہ	وہ امور جو صرف مجتہد عادل اور ان کے خصوصی نمایندے انجام دے سکتے ہیں مثلاً: مالِ یتیم سے متعلق امور
اولیٰ	بہتر۔
اہلِ کتاب	وہ غیر مسلم جو خود کو صاحب کتاب پیغمبروں میں سے کسی ایک پیغمبرؑ کے تابع جانتے ہوں، جیسے یہود و نصاریٰ۔
ایقاع	وہ معاملہ جسے یک طرفہ طور پر انجام دیا جاتا ہے اور جس میں دوسرے فریق سے قبولیت یا عدم قبولیت کی احتیاج نہ ہو۔ مثلاً طلاق۔

تشریح	اصطلاح
	(ب)
احکامِ الٰہی میں شخصی طور پر کوئی نئی چیز شامل کرلینا۔	بدعت
بیزاری کا اظہار کرنا۔ کنارہ کشی اختیار کرنا۔	برأت
فتویٰ اس کے مطابق نہیں ہے۔	بعید ہے
فتویٰ یہ ہے (مگر یہ کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ عبارت میں موجود ہو)۔	بعید نہیں ہے
	(ت)
بیت الخلا میں جانا۔	تخلّی
مال سے خمس نکالنا۔	تخمیس
غور و فکر کرنا، افعالِ نماز کے مشکوک ہونے پر شک دُور کرنے کے لئے۔	تردّی
کسی حیوان کو شرعی قوانین کے مطابق ذبح کرنا۔	تذکیہ کرنا
نامِ خدا زبان پر جاری کرنا۔	تسمیہ
پوسٹ مارٹم۔	تشریح
پاک کرنا۔	تطہیر
قصاص کرنا۔ مقروض کے مال سے اپنا قرض وصول کرنا۔	تقاص
مصنوعی طریقے سے رحمِ مادر میں نطفہ کا انعقاد۔ ٹیوب	تلقیح

اصطلاح	تشریح
	بے بی حاصل کرنے کا طریقہ.
تمکن	توانائی
(ث)	
ثلثان	دو تہائی
ثمن	مال کی قیمت
(ج)	
جاہلِ قاصر	جس کے لئے حکم شرعی کا حصول ممکن نہ ہو یا خود کو جاہل ہی نہ سمجھتا ہو.
جاہلِ مقصر	جس کے لئے حکم شرعی کا حصول ممکن ہو اور وہ اپنی کوتاہی سے اسے حاصل نہ کرے.
جعالہ	انعام، مثلاً، کوئی شخص یہ اعلان کرے کہ جو شخص میرا فلاں کام کریگا اسے میں اتنی اجرت دوں گا. اس اجرت کو جعالہ کہتے ہیں.
جلّال	وہ حیوان جو انسانی نجاست کھانے کا عادی ہو.
جہر	بلند آواز سے پڑھنا.
(ح)	
حاکمِ شرع	شرعی قوانین کی رُو سے جس مجتہد کا حکم نافذ ہو.
حجِ نیابتی	کسی شخص کی طرف سے حج کرنا.
حدث اصغر	ہر وہ کام جو نماز کے لئے وضو کا موجب بنے اور یہ

اصطلاح	تشریح
	سات ہیں :
	۱۔ پیشاب
	۲۔ پاخانہ
	۳۔ ریح
	۴۔ پوری نیند
	۵۔ عقل ماؤف کرنے والے امور
	۶۔ استحاضہ
	۷۔ موجباتِ غسل ۔
حدث اکبر	ہر وہ کام جو نماز کے لئے غسل کا موجب بنے، جیسے احتلام اور جماع ۔
حدِ ترخّص	مسافرت کی وہ حد جہاں سے محل اقامت کی دیواریں اور اذان کی آواز مشخص نہ کی جاسکے ۔
حرام مؤبد	ہمیشہ کے لئے حرام ۔
حرج	مشقّت ۔ سختی ۔
حضر	وہ جگہ جہاں انسان رہتا ہو (وطن) ۔
حکومت	قاضی شرع کا اپنی صوابدید کے مطابق دیت کا تعین کرنا ۔
حنوط	میت کی پیشانی ، ہاتھ کی ہتھیلیوں ، گھٹنوں ، پاؤں کے دونوں

اصطلاح	تشریح
	انگوٹھوں کے سروں پر کافور ملنا۔
حوالہ	ایک مقروض آدمی کو ادائیگی قرض کے واسطے دوسرے شخص کو قرض ادا کرنے کے لئے کہنا۔
(د)	
دائمہ	وہ عورت جو مرد کے دائمی عقد میں ہو۔
دیّت	کسی مسلمان کے خون کا خون بہا ادا کرنا یا اس کے بدن کو نقصان پہنچانے پر تاوان ادا کرنا۔
(ر)	
رضاعی	نسبتی رشتہ دار جو دودھ پینے کے سبب ایک دوسرے کے محرم بنے ہوں۔
رفع ضرورت	اضطراری حالات کا ختم ہونا۔
(ش)	
شارع	اسلامی شریعت کے بانی۔ خداوند عالم، پیغمبر اکرمؐ
شرائطِ ذمہ	وہ شرائط جن پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں اہلِ کتاب (یہودی اور عیسائی) مسلمان کی سرزمین میں رہ سکتے ہیں اور ان کا جان و مال اسلامی حکومت کی پناہ میں ہوتا ہے۔

اصطلاح	تشریح
(ص)	
صاع	تقریباً تین کلوگرام۔
صیغہ	وہ کلمات جن کے ذریعے سے عقد اور ایقاع متحقق ہوتے ہیں۔
(ض)	
ضامن	جوابدہ۔ ذمہ دار۔
ضرورت	مجبوری۔ اضطراری۔ کیفیت۔ حتمیت۔
ضروریٔ دین	جو چیزیں بلا تردید جزو دین ہیں۔ یا ہر وہ حکم جسے مسلمان جزو دین سمجھتے ہوں۔ جیسے نماز۔ روزہ کا واجب ہونا۔
ضعف مفرد	شدید کمزوری۔
(ط)	
طلاق بائن	وہ طلاق جس کے بعد مرد اپنی زوجہ کی طرف رجوع کرنے کا حق نہیں رکھتا۔
طلاق خلع	اس عورت کی طلاق جو اپنے شوہر کی طرف مائل نہ ہو اور حق مہر یا کچھ اور مال بخش کر شوہر سے آزادی حاصل کرے۔
طلاق رجعی	جس طلاق کے بعد مرد عدت کے دوران عورت سے رجوع کر سکتا ہے۔

اصطلاح	تشریح
طلاق مبارات	مرد عورت کی باہمی نفرت اور عورت کی طرف سے کچھ مال دے کر چھٹکارا حاصل کرنے کا نام طلاق مبارات ہے۔ نوٹ: طلاق کی مذکورہ چاروں اقسام کی شرائط اور دیگر احکام کے لئے توضیح المسائل دیکھیں۔
طواف نساء	حج اور عمرہ مفردہ کا آخری طواف جسے انجام نہ دینے پر مرد کا عورت سے ہمبستری کرنے کا حق ختم ہو جاتا ہے۔
(ظ)	
ظاہر یہ ہے	فتویٰ یہ ہے (مگر یہ کہ کلام میں کسی اور معنی پر قرینہ موجود ہو)۔
(ع)	
عاریہ	ادھار۔
عاقلہ	قاتل کے قریبی رشتہ دار۔
عامل	عمل کرنے والا۔ ۱۔ جو شخص جعالہ کرنے والے (جاعل) کی قرارداد پر عمل کرے۔ ۲۔ زکوٰۃ کی وصولی تقسیم اور دیگر حسابات کا ذمہ دار۔ ۳۔ مزدور، اجرت پر کام کرنے والا۔
عرق جنب از حرام	استمناء یا کسی اور ناجائز طریقہ سے منی خارج کرنے کے بعد آنے والا پسینہ۔

اصطلاح	تشریح
عزل	برطرف کرنا، معزول کرنا، حمل سے بچنے کے لئے جماع کے وقت رحم سے باہر انزال کرنا۔
عُسر	تنگی۔ غربت۔
عقد	گرہ۔ پیمان۔ نکاح۔ معاہدہ۔
عقود	وہ معاہدے اور قرار دادیں جن میں طرفین کی رضامندی اور قبولیت ضروری ہے۔
عنین	وہ مرد جو جماع کرنے سے عاجز ہو۔
عورت	انسانی جسم کے وہ اعضاء جنہیں انسان ظاہر وعیاں کرنے سے شرم وحیا محسوس کرتا ہے۔ (شرمگاہیں۔ مرد اور عورت کے جنسی اعضاء)
(غ)	
غرض عقلائی	وہ نقطۂ نظر جسے تمام عقلاء قبول کرتے ہوں۔
غسالہ	وہ پانی جو کسی چیز کے دھونے کے بعد خود بخود یا نچوڑنے سے نکلے۔
غش	خیانت۔ ملاوٹ۔
غصب	کسی کے مال یا حق پر ظالمانہ قبضہ کرنا۔
غیبت	کسی شخص کی بری صفت اس کی غیر موجودگی میں بیان

اصطلاح	تشریح
	کی جائے اور مذکورہ شخص اگر سن لے تو برا منائے۔
(ف)	
فجر اول و دوم	صبح کی اذان سے قبل مشرق کی طرف سے ایک سفیدی نمودار ہوتی ہے۔ جو تھوڑی دیر کے بعد ختم ہوجاتی ہے، اسے فجر اوّل کہتے ہیں اور پھر تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ نمودار ہوکر اجالے کی صورت اختیار کرلیتی ہے اسے فجر دوم کہتے ہیں جو صبح کی نماز کا اوّل وقت ہے۔
فجر صادق	فجر دوم
فجر کاذب	فجر اوّل
فرادی	وہ نماز جو انسان انفرادی طور پر جماعت کے بغیر پڑھے۔
فرض	واجب۔
(ق)	
قتل نفس محترمہ	ایسے انسان کو مار ڈالنا جس کا خون شرعی نقطۂ نظر سے محترم ہو اور جسے مار ڈالنا جائز نہ ہو۔
قرار ضمنی	وہ چیز جو کسی قرارداد کے ضمن میں طرفین کے لئے قابل قبول ہو۔
قرار صوری	قرارداد کی ظاہری شکل۔

اصطلاح	تشریح
قریب	واقعیت اور حقیقت کے نزدیک۔
قرینہ	نشانی۔ علامت۔
قصدِ اقامت	مسافر کا کسی ایک جگہ پر دس دن یا زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ کرنا۔
قصدِ انشاء	کسی امرِ اعتباری کو وجود میں لانے کا ارادہ کرنا۔ مثلاً خرید و فروخت اور نکاح وغیرہ کے امور اعتباری ہیں جب ان کے مخصوص کلمات اس نیت سے ادا کئے جائیں کہ انسان انہیں وجود میں لا رہا ہے۔
قصدِ قربت	خداوندِ عالم کی قربت اور رضا حاصل کرنے کا قصد کرنا۔
قصدِ وجہ	کسی عمل کو بجالانے کے لئے اس کے خصوصی حکم کی انجام دہی کا قصد کرنا۔ مثلاً پنجگانہ نماز کے لئے وجوب اور نمازِ شب کیلئے استحباب کا قصد کرنا۔
قضا	۱۔ کسی ایسے عمل کا بجالانا جو اس کے خصوصی وقت میں ادا نہیں کیا جا سکا۔ ۲۔ فیصلہ کرنا۔
قوت سے خالی نہیں	فتویٰ یہ ہے (مگر یہ کہ ضمن کلام میں ان معنی کے علاوہ کسی اور معنی پر قرینہ موجود ہو)۔
قوی	فتوی مراد ہے۔

تشریح	اصطلاح
وہ قیام جو نمازی کو رکوع سے قبل آخری لحظہ میں انجام دینا چاہیئے اور یہ نماز کا رکن ہے۔	قیام متصل بہ رکوع
سرپرست یعنی وہ شخص جو وصیت یا حاکم شرع کے حکم کے مطابق کسی یتیم کے امور کا نگران ہو۔	قیّم
	(ک)
(وہ شخص جو توحید، نبوت یا دونوں کا معتقد نہ ہو یعنی): ۱۔ جو خدا کے وجود کا منکر ۲۔ جو خدا کا شریک بنائے ۳۔ جو پیغمبر اسلام کی نبوت کا منکر ہو ۴۔ جو مندرجہ بالا امور میں شک رکھتا ہو ۵۔ جو دینی ضروریات کا منکر ہو جبکہ اس کا انکار خدا اور اس کے رسول کے انکار پر منتہی ہوتا ہے۔	کافر
جو آدمی زیادہ شک کرتا ہو۔	کثیر الشک
کسی کی سرپرستی کرنا۔ کسی کا کفیل ہونا۔ کسی دوسرے کے کام کا ذمہ دار ہونا۔	کفالت
	(ل)
واجب۔	لازم

اصطلاح	تشریح
(م)	
معؤنہ	اخراجات۔
مباح	ہروہ کام جو شرعی نقطۂ نظر سے حلال اور جائز ہو۔
مبطلات	عبادت کو باطل کرنے والے امور۔
متنجس	ہروہ چیز جو خود تو پاک ہو لیکن کسی نجس چیز سے مل جانے کی وجہ سے نجس ہوجائے۔
مجتہد	کوشش کرنے والا۔ کتاب و سنّت سے احکام الٰہی حاصل کرنے کی قدرت رکھنے والا شخص۔
مجتہد جامع شرائط	ایسا مجتہد جس میں تقلید کی شرائط موجود ہوں۔
مجہول المالک	وہ مال جس کا مالک معلوم نہ ہو۔
محتضر	ایسا شخص جو مر رہا ہو۔
محرّم	حرام شے۔
محرم	ایسے رشتہ دار جن سے کسی صورت بھی شادی نہ ہو سکے۔
مُحرِم	حج یا عمرہ کے لئے احرام باندھنے والا۔
محل اشکال ہے	ایسے مسائل جن کے صحیح ہونے میں مجتہد کو شک ہو۔ (دوسرے مجتہد کی طرف رجوع کیا جا سکے)۔
محل تامل ہے	احتیاط کرنی چاہیئے (دوسرے مجتہد کی طرف رجوع کیا جا سکے)

تشریح	اصطلاح
۲۶۱۵۲،۷۰۷ گرام.	مُدّ
وہ شخص جس کا باپ یا ماں یا دونوں مسلمان ہوں اور وہ پہلے مسلمان ہو پھر کافر ہو جائے.	مرتدِ فطری
جو غیر مسلم ماں باپ سے پیدا ہوا ہو کچھ عرصہ کافر رہا ہو پھر مسلمان اور دوبارہ کافر ہو جائے.	مرتدِ ملّی
وہ حیوان جو خود بخود مر جائے یا اسے شرعی طریقے سے مارا نہ ہو.	مردار
مفلوک الحال۔ جو نہایت غریب شخص ہو.	مسکین
نشہ آور اشیاء.	مسکرات
مجبور.	مضطر
صحیح نہیں ہے (ایسے مقام پر دوسرے مجتہد کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے).	مورد اشکال ہے
وکیل کرنے والا.	مؤکّل
	(ن)
مقرّرہ حدّ یا مقدار.	نصاب
	(و)
وقف کرنے والا.	واقف

مصادر

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ الامالی — الشیخ الصدوق

۳۔ اصول کافی — کلینی

۴۔ اسرار الصلوٰۃ — شہید اوّل

۵۔ بحار الانوار — مجلسی

۶۔ تحف العقول — مجلسی

۷۔ تحریر الوسیلہ — امام خمینی

۸۔ تمدن و علوم اسلامی — —

۹۔ الحیاۃ — —

۱۰۔ شرح لمعہ — شہید ثانی

۱۱۔ غرر الحکم — آمُدی

۱۲۔ فلسفۃ الصلوٰۃ — علی کورانی

۱۳۔ میزان الحکمۃ — ری شہری

۱۴۔ مستدرک الوسائل — نوری

۱۵۔ المسائل المنتخبہ — آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئی

۱۶۔ وسائل الشیعۃ — حُر عاملی

تشنگان علم کے لئے

معیاری کتابت، سفید کاغذ، اعلیٰ پرنٹنگ، دیدہ زیب ٹائیٹل
کے ساتھ بہت جلد آرہی ہیں

لبنان

انتخاب طبری

احسن المقال

اقتصادنا

مفاتیح الجنان

تفسیر موضوعی

پیشوائی شہیداں

ملنے کا پتہ

اقتصادی نظاموں کا تقابلی جائزہ

امامیہ پبلیکیشنز ۱۷ نور چیمبرز گنپت روڈ لاہور فون ۳۲۵۱۵۳